

ایمان و عمل

مع
جوابات و اعتراضات

حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صدیقی

ناشر

مکتبہ ابراہیم علیہ السلام یونیورسٹی

مقدمہ سبج اول

کل کی بات ہے کہ علماء پر پر اتہام تھا کہ تکفیر کی گرم بناری انھیں کے قدم سے ہے۔ لیکن آج علامہ مودودی کا سیلاب تکفیر ہے کہ پچانوے فیصدی سے زائد مسلمانوں کا احاطہ کر چکا ہے اور خوف ہے کہ اس سے بھی متجاوز ہو جائے۔ ان کے نزدیک فریضہ قطعیہ کا انکار خروج از اسلام کے لئے شرط نہیں ہے۔ بلکہ ترکِ فرض ہی کفر ہے اور ظاہر ہے اس صورت میں خال خال مسلمان ہی دائرۃ اسلام میں داخل رہ سکیں گے۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی عمت فیوضہم نے اس مسئلے کی تحقیق فرمائی ہے اور دلائل شرعیہ سے ثابت کیا ہے کہ اس حکم مذکور کو سلف میں سے کسی کی بھی تائید حاصل نہیں ہے۔

میں ادارہ نشر و اشاعت کی جانب سے اس رسالہ کو شائع کرنے کا فخر حاصل کر رہا ہوں۔ امید ہے کہ یہ رسالہ عوام اور خواص دونوں کے لئے مفید اور سببِ ہدایت ہو گا۔ واللہ الموفق

(حضرت مولانا) محمد اعجاز علی غفرلہ امر دہی

دارالعلوم دیوبند ۱۵ محرم ۱۳۸۵ھ۔

مقدمہ طبع دوم

ترجمان القرآن جلد ۸، ۳۲ عدد ابابیت ماہِ رجبِ شعبان ۱۳۸۵ھ
 حشا سے چند سوالات و جوابات شروع ہوئے ہیں۔ سوال کرنے والے
 حضرات کے نام نہیں معلوم ہو سکے، البتہ جواب دیئے والے مولانا ابوالاعلیٰ
 صاحب مودودی ہیں۔

سائل نے پہلے حضرت مولانا مودودی کفایت الشرح صاحبِ مفتی اعظم
 دہلی سے دریافت فرمایا تھا کہ ”مولانا مولوی سید ابوالاعلیٰ مودودی
 صاحب کا اتباع جائز ہے یا نہیں؟“ وہاں سے جواب آیا کہ ”ہر
 ”مولانا مولوی سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کسی بھی امام
 کے قائل نہیں ہیں۔ آزاد خیال آدمی ہیں۔ اس لئے ان کا
 اتباع شرعاً ناجائز ہے۔“

سائل نے یہ جواب مولانا مودودی صاحب کی خدمت میں روانہ کر کے
 اس پر اظہارِ خیال کی فرمائش کی تھی۔

مولانا مودودی صاحب نے حسبِ ذیل جواب تحریر فرمایا ہے۔
 ”میں حیران ہوں کہ جن لوگوں نے مولانا کفایت الشرح صاحب

یہ سوال کیا تھا انھوں نے یہ کیونٹ سوچا کہ یہی لانا کفایت امینٹر
صاحب تیس سال سے گاندھی اور نہرو کا اتباع فرما رہے
ہیں اور آج بھی انھوں نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ مسلمانوں کو کانگریس
کے حق میں ووٹ دینا چاہیے۔ کیا کانگریس کسی امام کی قائل
ہے؟ بلکہ کیا کانگریس خدا اور رسول کو بھی مانتی ہے؟ پھر جو
عالم دین کانگریس کے معاملہ میں تو اماموں کو ماننے یا نہ ماننے کا
لحاظ نہ کرے مگر جماعت اسلامی کے معاملہ میں اسے امام یا
آئے لگیں۔ کیا وہ اس قائل بھی ہے کہ اس کے فتوے کا لحاظ

کیا جادو ہے؟ (ترجمان القرآن)

اولاً سائل کے سوال پر غور فرمائیے۔ وہ یہ نہیں پوچھتا کہ اگر میں بیمار ہو جاؤں
اور کسی مشہور ڈاکٹر کی طرف رجوع کروں۔ اگر کوئی مجھے بے سوز لکھدے تو اس
لکھنے کے استعمال کرنے میں ڈاکٹر کا اتباع جائز ہے یا ناجائز؟ وہ یہ
سوال نہیں کرتا کہ اگر میں کسی مقدمہ میں ماخوذ ہو جاؤں اور کسی وکیل سے
مشورہ کی ضرورت پیش آئے تو اس وکیل کا اتباع جائز ہے یا ناجائز؟
وہ یہ نہیں دریافت کرتا کہ اگر میں کسی مسلم یا غیر مسلم کے یہاں ملازم ہو جاؤں
تو اس کے احکام کی پیروی یعنی اس کا اتباع جائز ہے یا ناجائز؟ وہ یہ
سوال نہیں کرتا کہ اگر مجھے کوئی رسالہ نکالنا ہے تو پریس ایکٹ سے محفوظ

رہنے کیلئے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور دیگر حکام متعلقہ کا حکام کی پابندی
یعنی ان کا اتباع جائز ہے یا ناجائز؟ وہ یہ نہیں دریافت کرتا کہ کسی سالہ
کے لئے رجسٹرڈ نمبر حاصل کرنے میں پوسٹما سٹر جنرل کے احکام کا
اتباع جائز ہے یا ناجائز؟ کیونکہ ایسی تمام چیزوں میں ہر شخص خواہ
وہ جماعت اسلامی سے متعلق ہو یا کسی دوسری جماعت سے اتباع کو
جائز ہی نہیں بلکہ فروع سمجھتا ہے۔ اور یہ سمجھنا کچھ خدا کے خوف سے
نہیں ہوتا بلکہ حکومت کے خوف سے ہوتا ہے۔ جو شخص اتباع نہ کرے گا
سزا یا بھوکا ہوگا۔

لہذا اتباع سے سائل کی مراد ان شرعی مسائل میں اتباع ہے جنہیں
اختلاف کی گنجائش ہے۔ اور جن کے بارے میں قرآن و سنت اور جماع
میں کسی جزئیہ کے مذکور نہ ہونے کی وجہ سے مجتہد کو اجتہاد کرنے کی ضرورت
پیش آتی ہے۔ ورنہ متفق علیہ مسائل میں کسی شخص کے اتباع کا سوال
ہی نہیں پیدا ہوتا۔ یعنی سائل کے سوال کرنے کا منشا یہ ہے کہ میں شرعی
مسائل میں ائمہ مجتہدین کے اجتہاد کو تسلیم کروں یا ان کے مقابلہ میں مولانا
مولوی سید ابوالاعلیٰ صاحب مدنی کے اجتہاد کو مانوں۔
مثال کے طور پر ایک شخص نے تکبیر پڑھ کر بند وق چلائی بشکار

بغیر ذبح کے مہر گیا تو اس کا کھانا حرام ہے یا حلال؟

یا ایک حجازی مسلمان کی شادی ایک ہندوستانی لڑکی سے ہو سکتی ہے یا نہیں؟

مسائل کا منشا یہ دریافت کرنا ہے کہ ایسے مسائل میں اگر مجتہدین کا اتباع کروں یا مولانا مولوی سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی کا۔ حضرت مولانا مولوی کفایت اللہ صاحب مفتی و اعظم دہلی نے اتباع کے اسی اصطلاحی معنی کو ہمیشہ منظر رکھ کر جواب دیا ہے کہ :-

(۱) چونکہ مولانا مودودی صاحب کسی بھی امام کے قائل نہیں ہیں۔

(۲) چونکہ مولانا مودودی صاحب آزاد خیال آدمی ہیں۔

(۳) اس لئے ان کا اتباع ضررناجائز ہے۔

مولانا مودودی صاحب کی دو حیثیتیں ہو سکتی تھیں۔

(۱) یا تو وہ متعلق علیہ مجتہد (مولد) (۲) ورنہ کسی مجتہد کا اتباع کرتے ہوں۔

پہلی صورت کے حصول کے متعلق موصوف نے بڑی بڑی کوششیں کی ہیں جنکا تفصیلی بیان آپ "مودودی مذہب" حصہ اول میں دیکھ سکتے ہیں مگر

ان کا مجتہد ہونا اب تک مابہ النزاع ہے۔ سوائے انکی اندھی تقلید کرنے والوں کے اور کوئی بھی موصوف کے اجتہاد کا قائل نہیں ہے۔

دوسری صورت کے متعلق وہ خود بصراحت فرماتے ہیں کہ :-

"جس سند میں مجھے تحقیق کا موقع ملتا ہے اس میں کسی ایک

امام کی پیروی نہیں کرتا بلکہ اچاروں اماموں کے مذہب پر
نظر ڈالتا ہوں اور جس کی تحقیق کو قرآن و حدیث کی منشا سے
زیادہ قریب پاتا ہوں اس کی پیروی کرتا ہوں ۹

ترجمان القرآن رجب و شعبان ۱۳۳۷ھ

یہ اجماع کے خلاف ہے اور اس کو اتباع نفس کہا گیا ہے۔

جب یہ دونوں حیثیتیں موردی صاحب میں موجود نہیں ہیں، تو
مفتی اعظم دہلی نے کون سے جرم کا ارتکاب کر دیا اگر یہ فتویٰ دیدیا کہ شرعی
اصطلاح میں اتباع کے جو معنی ہیں ان کے اعتبار سے موردی صاحب کا
اتباع ناجائز ہے۔

لیکن حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب کا یہ فرمان علامہ موردی
صاحب کو بہت شاق گذرا اور موصوف کو اس قدر غصہ آیا کہ نہ اپنا مرتبہ
ربا ائمہ مفتی اعظم صاحب کی حیثیت ذہن میں رہی۔ یہی نہیں بلکہ اتباع کے لغوی
معنی اور اصطلاحی معنی میں تمیز کرنے کی اہلیت بھی تقویٰ دیر کیلئے سلب
ہو گئی۔ جیسے بقول موردی صاحب مرتکب کبیرہ کا ایمان بوقت ارتکاب
نکل جاتا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:-

۱۰ میں حیران ہوں کہ جن لوگوں نے مولانا کفایت اللہ صاحب کے
یہ سوال کیا تھا انھوں نے یہ کیوں نہ سوچا کہ یہی مولانا کفایت اللہ

صاحب تیس سال سے گاندھی اور نہرو کا اتباع فرما رہے ہیں۔
 دیکھا آپ لفظ "اتباع" سے کس قدر فائدہ اٹھایا ہے۔ ع
 شاید اسی کا نام ہو تبلیس شیفتہ
 (شفقت مرحوم سے معافی کے ساتھ)

اتباع کے لغوی معنی ہیں پیچھے چلنا۔ چنانچہ اگر کوئی بھولا بھٹکا مسافر کسی
 شخص سے اپنی منزل کے بارے میں دریافت کرتا ہے اور وہ شخص اس کی
 رہبری کرتا ہے تو کہا جائے گا کہ مسافر نے راہبر کا اتباع کیا۔
 اگر کوئی مسافر ریلوے ٹرین پر سوار ہے تو کہا جائے گا کہ وہ ریلوے
 گارڈ اور ریلوے انجن ڈرائیور کا اتباع کر رہا ہے۔ اگر کوئی مریض کسی ڈاکٹر
 سے مشورہ طلب کرے، اس کا نسخہ استعمال کرے اور اس کے بتائے ہوئے
 پر ہیز پر عمل کرے تو کہا جائیگا کہ مریض نے ڈاکٹر کا اتباع کیا ہے۔
 لیکن لفظ "اتباع" اصطلاحی معنی میں بھی مستعمل ہے۔

اصطلاح دینیات میں کسی پیغمبر کی تعلیم پر چلنے یا کسی مجتہد کے اجتہاد کو
 قبول کرنے کو لفظ "اتباع" سے تعبیر کیا جاتا ہے مثلاً مسلمانوں کے
 بار میں یہ کہا جائیگا کہ یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرتے ہیں
 حنفیوں کے لئے یہ کہا جائے گا کہ یہ فقہی مسائل میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ
 کا اتباع کرتے ہیں۔

شرعی اتباع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع تو فرض ہے۔
 أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ (دیکھو ایضاً الادلہ)
 (اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے امیر کی اطاعت کرو)
 اور ائمہ مجتہدین کا اتباع واجب ہے۔ اس پر اجماع ہو چکا ہے۔
 اور لغوی اتباع کی شرعاً کوئی حیثیت نہیں، خواہ اتباع کیا جائے
 یا نہ کیا جائے۔ اور نہ اس اتباع میں شرع نے مسلم یا غیر مسلم مجتہد یا غیر
 مجتہد کی کوئی قید لگائی ہے۔

مذکورہ بالا سوال میں مسائل نے اتباع شرعی کے بارے میں سوال
 کیا تھا اور حضرت مولانا کفایت اللہ صاحب مفتی اعظم نے جواب بھی اسی
 شرعی اتباع کو پیش نظر رکھ کر مرحمت فرمایا تھا۔ فتوے میں جو لفظ اتباع
 کا ہے اس سے مراد شرعی اتباع ہے اور مولانا مودودی صاحب نے
 مولانا کفایت اللہ صاحب مفتی اعظم پر گاندھی اور نہرو کے اتباع کا جو الزام عائد
 فرمایا ہے وہ لغوی اتباع ہے (اگرچہ لغوی اعتبار سے بھی وہ ان دونوں کے
 متبع نہیں تھے اور نہ اکابر جمعیتہ العلماء میں سے کوئی متبع تھا بلکہ خود جمعیتہ العلماء
 نے قرآن و حدیث کی روشنی میں مستقل طور پر اپنی صوابدید کے مطابق جنگ
 آزادی میں حصہ لیا تھا) دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے اور دونوں کے
 احکام بالکل جدا ہیں۔ مگر بُرا ہو ایسی ذہانت کا یہ کہنت بھی جب صحیح

راستہ سے بھٹک جاتی ہے تو انسان کو کہیں سے کہیں پہونچا دیتی ہے۔
 بھلا مولانا ابوالاعلیٰ صاحب مودودی جیسے صاحب فہم کے متعلق کوئی یہ
 گمان کر سکتا تھا کہ وہ اس قسم کی تبلیغ کے مرتکب ہو سکتے ہیں مگر جزیرہ غیظ
 و انتقام (جس کا انتساب مولانا صدر الدین صاحب اصلاحی نے حضرت
 صدیق اکبرؓ کی جانب فرمایا ہے) دیکھو ترجمان القرآن ج ۱۲۔ عدد ۴۴ ماہ ربیع الثانی
 ۱۳۵۵ھ قذافی ص ۳۱۱ جب ذہین آدمی کے اندر پیدا ہو جائے تو اس سے بڑی
 بڑی غلطیوں کا ارتکاب ہو سکتا ہے۔

چنانچہ اس جواب کے بعد ضلۃ پر ہندوق کے شکار کے بارہ میں جو
 فتویٰ صادر فرمایا ہے وہ ملاحظہ ہو :-
 سائل نے سوال کیا تھا کہ ”تبکیر پڑھ کر ہندوق چلانے سے شکار اگر بغیر حلال
 کے مر جائے تو وہ حلال ہے یا حرام“ جواب میں فرماتے ہیں :-
 ”تبکیر پڑھ کر ہندوق چلانے سے شکار اگر بغیر ذبح کے
 مر جائے تو میرے نزدیک حلال ہے۔ میں اسے تیرپہ
 قیاس کرتا ہوں۔ لیکن علماء کو اس سے اختلاف ہے۔ کیونکہ وہ
 ہندوق کی گولی کو غلیل کے غلہ پر قیاس کرتے ہیں مگر میں
 بھی ایسے جانور کے کھانے سے پرہیز کرتا ہوں“
 مفتی کا فرض یہ ہوتا ہے کہ فتویٰ دیتے وقت اس کا خیال رکھے کہ اس

فتویٰ سے کوئی فتنہ عام نہ اٹھ کھڑا ہو مگر علامہ بدودی صاحب نے فتویٰ صادر کرنے میں اس کا کوئی لحاظ نہیں فرمایا۔ یہ اقرار کرتے ہوئے کہ علماء کے اختلاف ہے، کیونکہ وہ بندوق کی گولی کو غلیل کے غلہ پر قیاس کرتے ہیں۔ ایسی کوشش شدید ضرورت لاحق ہوئی تھی جس کی بناء پر جمہور علماء کے خلاف صفت آرائی کی ضرورت پیش آئی۔ اور مقیس و مقیس علیہ میں ادنیٰ مناسبت بھی نہ ہونے کے باوجود آپ نے فرمادیا کہ یہ میں اسے تیر پر قیاس کرتا ہوں۔ ہر عالم وغیر عالم سوچے کہ بندوق کی گولی و تیر میں کیا مناسبت ہے تیر نو کدہ دار اور دھار دار آگ ہے جو بغیر کمان کے بھی کسی جانور

کے جھجھو دیا جائے تو زخم کرتا ہوا جسم کے دوسری جانب نکل جائے۔ اس کے برعکس بندوق کی گولی کا حال یہ ہے کہ وہ گول ہے اور اگر آپ اسے ہاتھ میں لیکر اس سے کسی جانور کو ماریں تو وہ شور کرتا ہوا بھاگ تو جائیگا لیکن اس کی جلد پر زخم تو کجا سطح جلد پر خراش تک نہ آئے گی۔

ہاں اگر مناسبت ہے تو اس باب میں ضرور ہے کہ جس طرح تیر جسم میں داخل ہو کر زخم کر دیتا ہے اور جسم سے خون بہنے لگتا ہے، اسی طرح بندوق کی گولی بھی جب پوری قوت کے ساتھ جسم کی جلد سے ٹکراتی ہے تو اپنی دھار سے نہیں بلکہ بارود کی قوت کی وجہ سے جو اس گولی میں منتقل ہو گئی ہے جسم کے اندر پیوست ہو جاتی ہے اور کچھ خون بہنے کا باعث ہوتی ہے

اگر یہ مناسبت کافی ہے تو ٹھیک اسی قسم کی مناسبت غلیل کے غلے اور ترے
 میں بھی پائی جاتی ہے۔ اگر غلیل کے غلے سے کسی چھوٹے جانور یا پرند کا
 شکار کیا جائے تو یہ بھی زخم کر دیتا ہے۔ اور خون بہنے کا باعث ہوتا ہے
 پھر غلہ کو تیر پر کیوں قیاس نہیں کیا جاتا۔ حالانکہ تیر کے بارے میں بھی
 جمہور علماء کی یہ تصریح ہے کہ "اگر تیر اپنی نوک کی جانب سے لگتا ہے
 تو شکار بغیر ذبح کے رہے" حلال ہے اور اگر نوک کی جانب سے نہیں
 بلکہ دستہ کی جانب سے اس طرح لگتا ہے جیسے کسی نے لکڑی ماری ہو
 تو خواہ خون بھی بہے مگر شکار بغیر ذبح کے رہے" حلال نہ ہو گا۔

لہذا معلوم ہوا کہ حلت کی اصل وجہ اراقتِ دم (خون کا بہنا)
 ہے نہ کہ امانت (ہلاک کر دینا) مگر مودودی صاحب حلت کی اصل وجہ
 امانت (ہلاک کر دینا) سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بندوق کی گولی کو
 تیر پر قیاس کرتے ہیں، ورنہ بندوق کی گولی اور تیر میں امانت (ہلاک
 کرنے) کے علاوہ اور کوئی مناسبت ہے ہی نہیں۔ اگر ہو تو مودودی
 صاحب ظاہر فرما کر ممنون فرمائیں۔ صرف یہ کہہ دینا کہ میں بندوق کی
 گولی کو تیر پر قیاس کرتا ہوں اور وجہ قیاس بیان کرنا سخت تبلیغ ہے۔
 اسی قسم کی متعدد تبلیغات مودودی صاحب کے یہاں ہوتی ہیں جو قرآن
 و حدیث کا صحیح مفہوم نہ سمجھنے کی وجہ سے سرزد ہوتی ہیں۔ ان تبلیغات

میں سب سے زیادہ مہلک اور مسلمانوں کے ذہن کو تباہ کرنے والی وہ تبلیغ ہے جو ایمان و عمل میں غفلت کے بارے میں موصوف سے سرزد ہوئی ہے جس کے جواب میں پیش نظر رسالہ حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہ نے تحریر فرمایا تھا۔ اس رسالہ پر مولانا مودودی صاحب نے کچھ اعتراضات فرمائے تھے۔ اس دوسرے ایڈیشن میں ان تمام اعتراضات کے جوابات بھی حضرت مولانا مدنی قدس سرہ نے اپنے ہی قلم سے تحریر فرمائے ہیں۔ جوابات دیکھنے کے بعد مودودی صاحب کے اعتراضات کی حیثیت بخوبی معلوم ہو جاتی ہے کہ قرآن و حدیث کے معنی خود گھڑنے سے انسان کس حد تک غلطیاں کر سکتا ہے۔ قرآنی آیات اور احادیث کے مفہوم کو توڑ مروڑ کر مودودی صاحب نے یہ ثابت کیا تھا کہ جو لوگ باوجود استطاعت حج نہیں کرتے اور زکوٰۃ نہیں ادا کرتے وہ ہرگز مسلمان نہیں ہیں۔ چونکہ یہ عقیدہ خوارج اور معتزلہ کا ہے اور مولانا مودودی صاحب حقیقت کے مدعی ہیں اس لئے اس کا خطرہ تھا کہ مسلک خفیہ میں کہیں یہ غلط عقیدہ نہ داخل ہو جائے چنانچہ حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہ نے اسکی تردید میں یہ رسالہ تحریر فرمایا تھا۔ مگر مولانا مودودی صاحب کو یہ چیز بہت گراں گزری اور موصوف نے بغیر سوچے سمجھے کچھ اعتراضات اس پر فرمادیئے۔

پیشِ نظر رسالہ میں پہلے رسالہ کا دوسرا ایڈیشن اور ان اعتراضات
کے جوابات شامل ہیں جو پہلے ایڈیشن پر کئے گئے ہیں۔

عزیز احمد قاسمی
بی۔ اے جامعہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مودودی جماعت اعمال میں کوتاہی کر نیوالے رُج اور زکوٰۃ، نماز، روزہ کے تارکین (مسلمانوں کو قطعی بے ایمان اور کافر قرار دیتی ہے، ان کے نماز، روزہ اور ایمان کی شہادت کو بیکار اور غیر معتبر کہتی ہے۔ ان کے دعویٰ ایمان کو بھوٹا سمجھتی ہے۔ اور نادانانہ مسلمانوں کو خارجی اور معتزلی بناتی اور دائرہ حق سے نکال کر گمراہ کرتی ہے۔

الْحَمْدُ لِلّٰهِ ذُو الْكَفَى وَ السَّلَامُ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ. اَمَّا بَعْدُ
تمام اہل سنت و الجماعت مسلمان ہمیشہ سے اس پر متفق ہیں کہ جو شخص کلمہ طیبہ (اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ) صدق دل سے کہے اس کا ایمان اجمالی اور اسلام متحقق ہو جاتا ہے اور جو شخص جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بتلائی ہوئی تمام یقینی باتوں (وحدانیت، رسالت، ملائکہ، کتاب ہدایے خداوندیہ اقیامت) تقدیر، ختم نبوت وغیرہ قطعیات) کو دل سے مان لے اور اقرار کر لے اس کا تفصیلی ایمان متحقق ہو جاتا ہے۔ اور وہ مسلمان اور ملت اسلامیہ کا فرد بن جاتا ہے۔ اعمال میں کوتاہی سے یہ ایمان و اسلام زائل نہیں ہوتا۔

اعمالِ ضروریہ کی کوتاہی سے صرف فسق آتا ہے کفر نہیں آتا۔ ہاں اگر امورِ ایمانیہ کا انکار اور وجود پایا جائے تب بیشک استحقاقِ کفر ہوتا ہے۔ اعمالِ خواہ کسی درجہ کے ہوں ان کا ترک کرنا الّا کفر نہیں ہوتا۔ البتہ گمراہ فہمے خوارج، معتزلہ وغیرہ کا مذہب یہ ہے کہ اعمالِ فرائض کے ترک کہنے سے یا کبیرہ گناہ کے مرتکب ہونے سے ایمان سے نکل جاتا ہے۔ آج ہندوستان بھر میں مودودی صاحب اور انکی جماعت بھی یہی عقیدہ رکھتی ہے اور اسی کی تعلیم اور تلقین کرتی ہے۔ چنانچہ مودودی صاحب اپنے رسالہ حقیقتِ حج میں یہ عنوان درج کی تاریخ مابعدہ فرماتے ہیں: نیز ان چھوٹے رسالوں کے خطبات میں بھی یہ عبارتیں موجود ہیں: اور انھیں کے مضامین اور عبارتیں پھوٹے پھوٹے رسالوں کی صورت میں شائع کئے گئے ہیں۔ وہ لوگ جن کو ٹر بھر کبھی یہ خیال نہیں آتا کہ حج بھی کوئی فرض ان کے ذمہ ہے۔ دنیا بھر کے سفر کرتے رہتے ہیں۔ کچھ یورپ کو آتے جاتے جاز کے ساحل سے بھی گزر جاتے ہیں۔ جہاں سے مکہ صرف چند گھنٹوں کی مسافت پر ہے اور پھر بھی حج کا ارادہ تک ان کے دل میں نہیں گذرتا۔ تو وہ قطعاً مسلمان نہیں ہیں۔ جھوٹ کہتے ہیں

اگر اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور قرآن سے جاہل ہے
جو انھیں مسلمان سمجھتا ہے۔ (خطبات ۱۵)

نیز رسالہ حقیقتِ زکوٰۃ میں زیر عنوان ”زکوٰۃ کی اہمیت“ فرماتے ہیں:-
”اس سے معلوم ہو اگر زکوٰۃ کے بغیر نماز روزہ اور ایمان کی
شہادت سب بیکار ہیں۔ کسی کا بھی اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔“
(خطبات ۱۷) اشائع کردہ مکتبہ جماعت اسلامی گوشہ محل حیدر آباد دکن
پھر لکھتے ہیں:-

”ان درکار کا ان اسلام (نماز روزہ) سے جو لوگ رد گردانی
کریں ان کا دعویٰ ایمان ہی جھوٹا ہے۔ (خطبات ۱۷)
پھر فرماتے ہیں:-

”قرآن کی رو سے کھڑے پیسے کا اقرار بے معنی ہے۔ اگر آدمی
اس کے ثبوت میں نماز اور زکوٰۃ کا پابند نہ ہو“ (خطبات ۱۷)

مذکورہ بالا تصریحات پر غور فرمائیے پاکستان اور ہندوستان کے وہ
تمام سربراہانِ مذہب جو کہ برسرِ اقتدار ہیں اور دور دور کے
ممالک یورپ اور امریکہ وغیرہ کا سفر کرتے رہتے ہیں یا زمانہ سابق
میں ان دور دراز ممالک بالخصوص انگلستان کے سفر کر چکے ہیں اور نعمتِ
جمع و زیارتِ مدینہ منورہ سے فائز نہیں ہوئے۔ سرسید اور جس سید محمود

سے لے کر اس زمانہ تک کے جملہ اشخاص جن میں علامہ سراقبال، قائد اعظم، نوابزادہ
 بیات علی خاں، سرناظم الدین وغیرہ وغیرہ بے شمار لیڈران قوم آئے
 ہیں سب کے سب کو بیک قلم قطعی اور یقینی طور پر اسلام دایمان سے خارج
 کر دیا گیا اور فتویٰ صادر کر دیا گیا کہ اُن کا اپنے آپ کو مسلمان کہنا
 جھوٹ ہے۔ جو شخص بھی ان کو مسلمان کہے وہ قرآن سے جاہل ہے۔
 اسی طرح وہ تمام اسلامیت کے دعویدار جو زکوٰۃ نہیں دیتے یا ساز
 نہیں پڑھتے یا روزہ نہیں رکھتے ان کا دعویٰ ایمان جھوٹا ہے اور ان
 کا کلمہ طیبہ کو پڑھنا بے معنی اور ان کے ایمان کی شہادت غیر معتبر اور
 بیکار ہے۔ اور چونکہ ایمان اور کفر میں کوئی واسطہ نہیں ایک کے زوال سے
 دوسرے کا آجانا ضروری ہے۔ اس لئے جب ان لوگوں کو ایمان اور اسلام
 سے قطعی طور پر نکال دیا گیا تو قطعی طور پر کفر میں بھی داخل کر دیا گیا۔
 اس طرح کی عمومی تکفیر صرف مودودی صاحب اور انکی جماعت یا خوارج
 کے سوا کلمہ گویان امتِ محمدیہ کی کسے کی اور کب کی گئی۔ بیشک ایسے
 لوگ فرائض کے تارک، گنہگار، مستحق عقاب ہیں اُن کو جلد سے جلد توبہ
 کرنا اور اپنی بد اعمالیوں کو ترک کر دینا ضروری ہے (اگر زندہ ہوں)
 اور خداوندی عذاب کے مستحق ہیں اگر بلا توبہ مر گئے ہیں مگر وہ دائرہ
 ایمان اور اسلام سے خارج نظر شرع میں نہیں کئے جاسکتے۔ کلمہ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اور ایمان ضرور بالمضردان کو نفع پہونچائے گا اگرچہ بد اعمالوں کی سزا کے بعد ہی ہو۔ اور شفاعت یا دیگر وجوہ رحمت سے مستفید ہو سکے۔ مگر ایسے لوگ خلود فی النار سے محفوظ رہیں گے۔ ذرہ برابر بھی ایمان کا درجہ اُن کے لئے خلود فی النار سے محافظ اور جنت کے دخول کا ذریعہ ہوگا۔ مودودی صاحب اور ان کی جماعت کا اُمت محمدیہ پر انتہائی ظلم اور خوارج کی طرح انتہائی غلو فی الدین ہے۔

اعمال کو جزو ایمان قرار دینا

اس مقام پر جب یہ کہا گیا کہ اعمالِ اسلامیہ کو جزو ایمان بجز فرقہ ہائے ضلالتِ خوارج اور معتزلہ وغیرہ کسی نے قرار نہیں دیا اور نہ یہ کہا کہ اُن کے ترک سے ایمان سے خوارج ہو جائیگا جیسا کہ مودودی صاحب اور ان کے متبعین ارشاد فرماتے ہیں۔ یہ اُن کا مسلک اہل سنت و الجماعت کے مسلک کے بالکل خلاف اور احادیثِ صحیحہ اور آیاتِ صریحہ کے بالکل منافی ہے تو یہ جواب دیا جاتا ہے کہ اعمال کے جزو ایمان ہونے کے قائل تو تمام سلفِ محدثین اور شافعیہ اور اہلِ ظاہر وغیرہ ہیں جو کہ اہل سنت میں سے ہی ہیں۔ مگر یہ جواب بالکل غلط ہے اور دھوکا ہے۔ شافعیہ اور محدثین اعمال کو . . . جزو مقوم نہیں کہتے کہ اس کے عدم سے انقضاء

ایمان ایسی طرح ہو جائے جس طرح جزر کے انعدام سے کل کا انعدام ہو جاتا ہے۔ بلکہ جزر منقسم اور مکمل کہتے ہیں۔ اُن کے انعدام سے کمال ایمان معدوم ہوتا ہے نفس ایمان معدوم نہیں ہوتا جیسے کہ اجسام انسان کے دو قسم کے اجزاء ہیں بعض مکمل ہیں جیسے انگلیاں، ناک، کان، آنکھ، ہاتھ، پیر اور بعض مقویہ ہیں جیسے دل، دماغ، جگر وغیرہ اعضاء رئیسہ۔ پہلی قسم کے اجزاء کے کٹ جانے سے انسان مرتا نہیں ہے البتہ اس کے کمال میں نقصان ہو جاتا ہے۔ بخلاف دوسری قسم کے اجزاء کے کہ اگر وہ باقی نہ رہیں تو انسان فنا ہو جاتا ہے اس لئے تارک اعمال کی تکفیر نہیں کی جاسکتی خواہ وہ اعمال کتنی ہی عظیم الشان اہمیت رکھتے ہوں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

المعاصی من امر الجاہلیۃ
لا یکن صاحبہا بار تکا بہا
الا بالشرک الخ
معاصی رسوم جاہلیت میں سے ہیں لیکن
نصاۃ کو جب تک کہ انکی معصیت شرک
میں داخل نہ ہو کافر نہ کہا جاوے گا۔

امام نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ ۲۵ شرح مسلم میں فرماتے ہیں :-
لفظ ایمان میں وہ تمام چیزیں شامل
ہیں جو اس حدیث میں بسند تفسیر اسلام
ان اسم الایمان یتناول
افسربہ الاسلام فی هذا

الحديث وسائر الطاعات
 لكونها ثمرات للتصديق
 الباطن الذي هو اصل
 الايمان ومقويات وتمام
 روحا فطرات له، وللهذا
 فسر صلى الله عليه وسلم
 الايمان في حديث عبد
 القيس بالشهادتين و
 الصلوة والزكاة وصوم
 رمضان واعطاء الخمس
 ولهذا لا يقع اسم المؤمن
 المطلق على من ارتكب
 كبيرة او ترك فريضة
 لان اسم شئ مطلقاً
 يقع على الكامل منه ولا
 يستعمل في الناقص
 ظاهراً الا بقيد۔

بیان کی گئی ہیں اور تمام طاعات
 بھی شامل ہیں کیونکہ یہ اس تصدیق
 کے ثمرات اور مقوی اور متمم ہیں جو کہ
 اصل الایمان ہے۔ اسی لئے سرور
 عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد القیس
 دالی حدیث میں ایمان کی تفسیر
 شہادتین، صلوٰۃ، زکوٰۃ، صوم
 رمضان، ادائے خمس کے ساتھ کی ہے
 اور اسی لئے مؤمن مطلق کا لفظ اس
 شخص پر نہیں بولا جاتا ہے جو کہ ترک
 کبیرہ ہو یا تارک فرض ہو۔ کیونکہ
 مطلق کا اطلاق ایمان کامل ہی پر
 ہوتا ہے اور ناقص میں استعمال
 قرینہ یا قید کے بغیر نہیں ہوتا
 ہے۔

اور ص ۲۶ میں فرماتے ہیں :-

واعلم ان مذهب اهل الحق
ان لا يكفر احد من اهل القبلة
بذنوب ولا يكفر اهل الاھواء
والبدع وان من جحد ما
يعلم من دين الاسلام
ضرورة حكم بدنه وكفره
حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری ج ۱ ص ۱۴۴
میں فرماتے ہیں :-

فالسلف قالوا هو (الایمان)
اعتقاد بالقلب ونطق باللسان
وعمل بالاسكان و ارادوا
ان الاعمال شرط في كماله
ومن ههنا نشأ بهم القول
بالزيادة والنقص كما
سيأتي والهرجئة قالوا
هو اعتقاد ونطق فقط
سلف صالحین کا مسلک یہ ہے کہ ایمان
کہتے ہیں دل سے شہادتین کا اعتقاد
کرنا، زبان سے کلمہ شہادت اور کرنا
اور اعتقاد سے مقتضائے شہادت
پر عمل کرنا۔ سلف نے عمل کرنے کو کمال
ایمان کیلئے شرط قرار دیا ہے اور ان کا
وجہ سے سلف قائل ہو گئے کہ ایمان میں
زیادتی اور کمی واقع ہو سکتی ہے۔

والکرامیۃ قالوا هو نطق فقط
 والمعتزلة قالوا هو العمل
 والنطق والاعتقاد والفارق
 بینہم و بین السلف
 انہم جعلوا الاعمال
 شرطاً فی صحۃ والسلف
 جعلوها شرطاً فی کمالہ .
 شہادت کا نام ہے اور فرقہ معتزلہ کا مسلک یہ ہے کہ ایمان عمل اور نطق
 شہادت اور اعتقاد کا مجموعہ ہے . معتزلہ اور سلف صالحین کے مسلک میں فرق
 یہ ہے کہ معتزلہ عمل کو ایمان کے صحیح ہونے کیلئے شرط قرار دیتے ہیں . اور
 سلف صالحین عمل کو صحتِ ایمان کے لئے شرط نہیں قرار دیتے بلکہ کمالِ
 ایمان کے لئے شرط کہتے ہیں .

کلام سابق سے معلوم ہوا کہ علمائے کلام (اشاعرہ و ماتریدیہ)
 شافعیہ و محدثین اور سلف میں نزاع لفظی ہے . علمائے کلام نفس
 ایمان میں اعمال کی جزئیات کے نافی ہیں . کمالِ ایمان میں جزئیات
 کے نافی نہیں . اور سلف اور شافعیہ اور محدثین کمالِ ایمانی میں جزئیات
 کے قائل ہیں نفس ایمانی میں نہیں . اس لئے مرتکبِ کبیرہ اور تارکِ اعمال

مفروضہ کسی کے نزدیک کافر نہیں ہو گا۔ اور نہ نفسِ ایمان سے محروم ہو گا۔ البتہ کمالِ ایمانی سے سب کے نزدیک محروم رہیگا۔ اس لئے مودودی صاحب کا ارشاد بالکل اہل سنت و الجماعت کے خلاف اور معتزلہ و خوارج ہی کا مذہب ہے جس کو مودودی جماعت اختیار کئے ہوئے ہے اور مسلمانوں کو اسی طرف بلاتی اور اسی میں داخل کرتی ہوئی ان کو خارجی اور معتزلی بنا کر گمراہ کرتی ہے۔ اس پر مودودی صاحب کے یہاں آج ہندوستان اور پاکستان بلکہ تمام دنیائے اسلام کے اکثر اہل بے نہایت مسلمان دائرۂ اسلام سے قطعاً خارج ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ آج ملتِ محمدیہ میں بڑی اکثریت ایسے ہی لوگوں کی ہے جو تمام یا اکثر یا بعض فرائض کے تارک ہیں ان کا کلمہ طیبہ پڑھنا اور اقرار و یقین باللہ و بالرسول بالکل لغو اور غیر قابل اعتبار رہ جاتا ہے۔

جو حضرات مودودیت کی دعوت دینے کے لئے ہر دہائی گنہ گار کہتے پھرتے ہیں اور بہت سے سادہ لوح مسلمانوں کو اپنے دام اور جال میں پھنسا رہے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ مودودی صاحب کی تحریروں اور لٹریچر دن سے بے شمار انگریزی خواں جو کالجوں کی تعلیم سے بالکل ملحد اور بے دین ہو گئے تھے دیندار ہو گئے ہیں۔ یہ عظیم الشان کارنامہ مودودی صاحب کا ہے جس کی بنا پر سب کو ان کے ہی حلقہ رادار

کی طرف دعوت دی جاتی ہے اور جو حضرات اس دایم ترمزید میں گرفتار
ہیں وہ غور فرمائیں کہ مودودی صاحب کے لڑیکہروں سے دائرۃ ایمان
ردین میں داخل ہو نیوالے زیادہ ہیں یا ان لڑیکہروں کی وجہ سے نکل
جائیں زیادہ ہیں۔ اور غضب تو یہ ہے کہ جو لوگ ان گنہگار مسلمانوں کو
دائرۃ اسلام و ایمان سے خارج نہیں کرتے ان کو کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ
قرآن سے جاہل ہیں۔ حالانکہ قرآن کی متعدد آیتیں اور بے شمار احادیث
ان لوگوں کے ایمان اور اسلام کی شہادت دیتی ہیں اور ان کو مغفرت
اور نجات کی امید دلاتی ہیں۔

(۱) قال اللہ تعالیٰ۔ فمن بکفر
بالطاعت ویؤمن باللہ فقد
استمسک بالعروة الوثقی
لا انفصام لہا الا یہ۔
(پ ۳ ع البقرہ)

پس جو شخص شیطان سے بد اعتقاد ہو
اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ خوش اعتقاد
ہو (یعنی اسلام قبول کرے) تو اس نے
بڑا مضبوط حلقہ تھام لیا جس کو کسی طرح
شکستگی نہیں۔

(۲) وقال سبحانہ و تعالیٰ
ومن یسلم وجہہ الی اللہ و
ہو محسن فقد استمسک
بالعروة الوثقی والی اللہ

اور جو شخص اپنا رخ اللہ کی طرف
جھکا دے اور وہ مخلص بھی ہو تو اس
نے بڑا مضبوط حلقہ تھام لیا۔ اور اخیر
سب کاموں کا اللہ ہی کی طرف پہنچے گا۔

اور جو شخص کفر کے سوا آپ کے لئے اس کو
کفر یا مشرک نہ ہونا چاہیے۔ ان سب کو
ہمارے پاس لٹکا ہے سو ہم انکو جلا دیں
گے جو کچھ کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کو دیوں
کی باتیں خوب معلوم ہیں۔

اور ملتِ ابراہیمی سے تو وہی شخص روگردان
کرے گا جو اپنی ذات ہی سے الحق ہوا
ہم نے ان کو دنیا میں منتخب کیا اور آخرت
میں بڑے لائق لوگوں میں شمار کئے جانے
ہیں۔ جیسا کہ ان کے پروردگار نے
فرمایا کہ تم اطاعت اختیار کرو۔ انھوں نے
عرض کیا کہ میرے اطاعت اختیار کی
رَبُّ العالمین کی۔

آپ فرمادیجئے کہ سے اہل کتاب اُدایک
ایسی بات کی طرف جو کہ ہمارے اور
تمہارے درمیان برابر ہے کہ بجز اللہ
تعالیٰ کے ہم کسی اور کی عبادت نہ کریں۔

عاقبة الامور ومن يكفر فلا
يجزئك كفره اليما مرجعهم
فتنبئهم بما عملوا ان الله
عليم بلذات الصدور۔

(پ ۲۱ ع ۱۲ لقمان)

(۳) وقال تعالى: ومن يرغب
عن ملة ابراهيم الا من سفه
نفسه ولقد اصبغناه في الدنيا
وانه في الآخرة لمن الصالحين
اذ قال رب اني اسلم قل اسلمت
لرب العالمين۔

(پ ۱۴ ع ۱۵ البقرة)

(۴) وقال تعالى: قل يا اهل
الكتاب تعالوا الى كلمة
سواء بيننا وبينكم الا نعبد
الا الله ولا نشرك به شيئا

وَلَا يَتَّخِذُ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا
مِّن دُونِ اللَّهِ فَإِن تَوَلَّوْا
نَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ
(پ ۱۵۷ اٰل عمران)

اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ
ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی کسی دوسرے
کو رب نہ قرار دے حق تعالیٰ کو چھوڑ کر
پھر اگر وہ لوگ اعراض کریں تو تم لوگ
کہہ دو کہ تم اس کے گواہ رہو کہ ہم تو
ماننے والے ہیں۔

(۵) وَقَالَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ
إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ لِمَن يَشْرِكُ
بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونِ ذَلِكَ
لِمَن يَشَاءُ . الْآيَةُ .
(پ ۱۵۷ النساء)

بیشک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہ بخشیں
گے کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک قرار
دیا جائے اور اس کے سوا جتنے گناہ
ہیں جس کے لئے منظور ہو گا وہ
گناہ بخش دیں گے۔

(۶) وَقَالَ تَعَالَىٰ
قُلْ يُعْبَادُوا الَّذِينَ أَسْرَفُوا
عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْتَدُوا مِن
رَّحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ
الذَّانِبِينَ جَمِيعًا . الْآيَةُ .
(پ ۳ الزمر)

آپ کہہ دیجئے کہ اے میرے بندو!
جنہوں نے اپنے اوپر زیادتیاں کی
ہیں کہ تم خدا تعالیٰ کی رحمت سے
نا امید مت ہو۔ بالیقین اللہ تعالیٰ
تمام گناہوں کو معاف فرما دے گا

(۷) وَقَالَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى
وَأَن طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ
اقْتَتَلُوا فَأَصْلَحُوا بَيْنَهُمَا اللَّهُ
(پ ۲۷ ع ۱۳ الحجرات)

اور اگر مسلمانوں میں دو گروہ آپس
میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان
اصلاح کرا دو۔

(۸) وَقَالَ تَعَالَى -

جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور اپنے
ایمان کو شرک کے ساتھ مخلوط نہیں
کرتے قیامت ہی کے لئے امن ہے اور
دری صحیح راہ پر چل رہے ہیں۔

الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ
بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ
وَهُمْ مُهْتَدُونَ -

(پ ۲۷ ع ۱۵ انفام)

وَقَسَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ الظُّلْمَ بِالشِّرْكِ -

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ ظلم کی
جو اس آیت کریمہ میں ہے شرک کے
ساتھ تفسیر بیان فرمائی ہے۔

(۹) وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ عَبْدٍ قَالَ
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ثَمَرَاتٍ عَلَى
ذَلِكَ إِلَّا أُخِلَ الْجَنَّةَ قَلَّتْ
وَأَن سَأَى وَأَن سَرَقَ قَالَ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد
ہے کہ جو اشرف کا بندہ کلمہ توحید کا قائل
ہو۔ پھر اسی عقیدہ پر اُس کو موت آجائے
تو وہ ضرور جنتی ہو گا۔ (راوی حدیث یعنی
ابو ذر غفاری رضی فرماتے ہیں۔)

وان زنی وان سرق قلت
وان زنی وان سرق قال
وان زنی وان سرق قلت
وان زنی وان سرق قال
وان زنی وان سرق علی
ما عن ائمة ابی ذر الحدیث
متفق علیہ .

میں نے عرض کیا کہ کھڑے توحید کا قائل
جنتی ہے چاہے وہ زنا اور چوری
بھی کرے۔ آپ نے فرمایا ہاں چاہے
زنا اور چوری بھی کرے۔ پھر میں نے
تعب سے کہا اگرچہ وہ زنا اور چوری
بھی کرے۔ آپ نے فرمایا ہاں اگرچہ
زنا اور چوری بھی کرے۔ پھر میں نے

عرض کیا اگرچہ زنا اور چوری کرے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہاں وہ جنتی ہے ابو ذر
کی ناگواری کے باوجود، اگر وہ زنا اور چوری بھی کرے۔ (بخاری و مسلم)

(۱۰) وعن عبادة بن الصامت
قال قال رسول الله صلى الله
عليه وسلم من شهد ان لا
اله الا الله وحده لا شريك
له وان محمدا عبده ورسوله
وان عيسى عبد الله ورسوله
وابن امته وكلنته القاها
الى امرئيم وروح منه والجنة

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے
مردی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا جو شخص اس بات کی
گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت
کے لائق نہیں وہ یکتا ہے اور اس کا
کوئی شریک نہیں۔ اور بلاشبہ محمد اللہ
کے بندے اور اس کے رسول برحق
ہیں۔ اور حضرت عیسیٰ بھی اللہ کے بندے

والنار حق ادخله الله
الجنة على ما كان من
العمل .

(متفق علیہ)

اور اس کے رسول برحق ہیں اور حق
تعالیٰ کی ایک بندی کے بیٹے ہیں اور
کلمۃ اللہ ہیں۔ جس کو حق تعالیٰ نے حق
مریم کی طرف القا فرمایا تھا۔ اور حق

تعالیٰ کی جانب سے ایک ردع ہیں اور گواہی دے کہ جنت اور دوزخ حق ہیں
ایسے شخص کو حق تعالیٰ جنت میں داخل فرمائیں گے۔ اس کے عمل خواہ کیسے ہی ہوں۔
(۱۱) وعن انس رضی اللہ عنہ انس رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا

قال يخرج من النار من قال
لا اله الا الله وفي قلبه وزن
شعيرة من خير ويخرج من
النار من قال لا اله الا الله
وفي قلبه وزن برة من خير
ويخرج من النار من قال لا
اله الا الله وفي قلبه وزن
ذرة من خير قال ابو عبد الله
قال ابان حدثنا قتادة قال
حدثنا انس عن النبي صلى الله
عذابِ نار سے ایسے لوگ بالآخر
نکال دیے جائیں گے کہ جو کلمہ توحید
کے قائل تھے اور ان کے دل میں جو برابر
ایمان تھا۔ اور وہ لوگ بھی دوزخ سے
نکال دیے جائیں گے جن کے دل میں
ذرہ برابر ایمان تھا۔ ابو عبد اللہ بخاری
فرماتے ہیں کہ (راوی) ابان نے کہا
کہ ہم سے قتادہ نے بیان کیا کہ روایت
ہم کو انس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی
اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے بیان

علیہ وسلم من ایمان مکان
کی تھی۔ اور بجائے من حنبر
کے لفظ من ایمان نقل کیا تھا۔
حنبر۔

(صحیح بخاری ص ۱۱)

کیا اسی قسم کی تعلیم کا نتیجہ نہ تھا جو کہ خوارج سے نہروان وغیرہ
میں مسلمانوں اور حضرت علی و معاذیہ رضی اللہ عنہما کے اصحاب اتباع کے
خون بہانے کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اور جو کہ محمد بن عبد الوہاب نجدی
کے اتباع نے حجاز، مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں ۱۲۲ھ سے ۱۲۳۹ھ
تک مسلمانوں کے خون کے دریا بہانے کی صورت میں پیدا کیا گیا۔
(۱۲) زاد المختار حاشیہ در المختار (شامی) جلد ۳ ص ۳۳۹

میں ہے :-

کیا وقع فی زماننا فی اتباع
محمد بن عبد الوہاب الذین
خرجوا من نجد و تغلبوا علی
الحرمین و کانوا ینتحلون
مذہب الحنابلۃ لکنہم
اعتقدوا انہم ہم المسلمون
وان من خالف اعتقادہم
جیسا کہ ہمارے زمانہ میں محمد بن عبد الوہاب
نجدی کے متبعین سے پیش آیا کہ انہوں
نے نجد سے خروج کیا اور حرم مکہ اور
حرم مدینہ پر تسلط جمایا۔ اور اس کے
مذہبی رہے کہ حنابلہ کے مذہب کی پابند
ہیں۔ لیکن ان کا اعتقاد یہ تھا کہ مسلمان
صرف وہ لوگ ہیں جو ہمارے ہم مشرب

مشرکوں و استباحوا بذلک
قتل اهل السنة و قتل علماء
ہم حتی کسر اللہ مشرک تہم
و خرب بلاد ہم و ظفر بہم
عسا کر المسلمین عام ثلاث
و ثلاثین و مائتین و الف۔
تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے غلبہ کو فنا کر دیا۔ اور ان کے شہروں کو ویران کر دیا
اور اسلامی شہروں کو ان کے مقابلہ میں کامیابی عطا فرمائی۔
اور جو کہ ابن سعود کے تسلط کے وقت میں غطف اور دھنہ
مسلمانوں کے قتل اور اموال کے لوٹنے کی صورت میں ہوید اکیا اور
بالآخر ابن سعود نے تنگ آ کر ان قبیلوں کی قوت کا قلع قمع کر دیا۔
ایسی ہی تعلیمات کے نتیجے میں جن کو آج کل مودودی صاحب کے
اتباع نے شروع کر دیا ہے۔

ایک صاحب تحریر فرماتے ہیں :-

”یہاں یہ حال ہے کہ جو شخص بھی اس تحریک سے متاثر ہو گیا
ہے وہ شعوری یا غیر شعوری طور پر تمام سلف صالحین کی
عظمت و رفعت اپنے دل سے نکال چکا ہے۔ تقلید اسکی

نظر میں کوئی وقعت نہیں رکھتی۔ وہ ہر موقع پر کورانہ تقلید کے الفاظ استعمال کرتا ہے۔ اگرچہ مودودی صاحب کا زبقر تقلید وہ اپنی گردن میں ڈال چکا ہو۔ وہ عام مسلمانوں سے اپنے کو کچھ علاحدہ سمجھتا ہے۔ اور اس کی ہر چال ڈھال، اندازِ تکلم ہر حسّاس آدمی کی نظر میں علاحدہ اور امتیازی نظر آتا ہے۔ مودودی اور غیر مودودی مسلمانوں میں انتشار و افتراق بڑی حد تک پھیل چکا ہے۔ اگر کسی اسکول کا ہیڈ ماسٹر مودودیت سے متاثر ہو چکا ہے تو وہ مذہبی لحاظ سے اپنے چہرہ اسی پر رحم نہیں کرتا۔ اگر کسی کمپنی کا مینجمر مودودی ہو چکا ہے تو وہ ایک کلرک کی بھرتی کے وقت مودودی کلرک رکھنا چاہتا ہے۔ بیٹا مودودی ہو گیا ہے تو وہ بوڑھے اور ضعیف حاجتمند باپ کی امداد نہیں کرتا۔ بھائی سے بھائی، چچا سے بھتیجا، ماموں سے بھانجا آپس میں دست و گریبان ہیں۔ پرانی دوستیاں ختم ہو گئیں۔ عزیزوں میں اختلاف و افتراق رونما ہو گیا۔ جناب محترم ان سب باتوں کی بوقت ضرورت نشانی دہی کی جاسکتی ہے۔

غور فرمائیے کہ مودودیوں کے اس غلو اور افراط کے نتائج (کہ وہ اپنی جماعت کو اصلی مسلمان قرار دیتے ہیں۔ اور دوسرے مسلمانوں کو

نسلی مسلمان قرار دیکر سلف اور متبعین مذاہب اربعہ اور صوفیہ کرام کو
 نہایت دلخراش الفاظ سے علانیہ ذکر کرتے ہوئے تکفیر اور تحقیق اور
 تجہیل کرتے ہیں۔ اور سلف صالحین کو صحابہ کرام سے آج تک کے
 تمام مسلم افراد پر زبان درازیاں کرتے ہوئے تنقید و سب و شتم کرتے
 ہیں (کہاں سے کہاں تک پہنچ رہے ہیں۔ اور آئندہ ان کے نتائج
 میں کیا کیا پھول و پھل لگ سکتے ہیں۔ دُور بین اور سمجھدار لوگوں کو مستنبط
 کرنا اور عبرت پکڑنا از بس ضروری ہے۔ اور جس قدر احتیاط اور
 انضباط ممکن ہو عمل میں لانا واجب ہے۔ وَاللّٰهُ الْمَوْفِقُ ۝

ننگِ اسلاف حسین احمد غفرلہ
 محرم ۱۳۷۱ھ اکتوبر ۱۹۵۱ء

اس کتاب کے بارے میں کسی نامعلوم سائل کے سوال پر
 مودودی صاحب نے جواباً حسب ذیل اعتراضات فرمائے ہیں

ایک ظلم تو مولانا حسین احمد صاحب نے کیا کہ اصل کتاب کی عبارت
 کو پوری طرح پڑھے بغیر، اور خود کتاب کے موضوع و مضمون سے نفیست
 حاصل کئے بغیر محض چند لوگوں کے فراہم کردہ انتہا سیات کی بنا پر کتاب
 کے مصنف کا ایک مسلک مشخص فرمالیا۔ اور اپنی اس تشخیص کا اعلان
 بھی فرمادیا۔ اس پر دوسرا ظلم آپ کر رہے ہیں کہ مولانا کے اس
 پمفلٹ کو بڑھنے کے بعد آپ نے خود نہ ”خطبات“ کو بڑھانہ میری
 اب کسی کتاب سے میرا مسلک معلوم کیا۔ بلکہ فوراً مجھے جواب دہی کے
 لئے طلب فرمالیا میری کتاب ”خطبات“ آپ کی دسترس سے دور
 نہ تھی آپ صرف اسی کو اٹھا کر دیکھ لیتے تو آپ کو ان ہی عبارات کے
 آس پاس مولانا کے الزامات کا جواب مل جاتا پھر میری کتاب
 ”تنبیہات حصہ دوم“ بھی آپ کو اپنے شہر کے دارالمطالعہ جماعت
 اسلامی میں باسانی مل سکتی تھی۔ اس کو پڑھ کر آپ کو معلوم ہو جانا
 کہ آیا میں خوارج و معتزلہ کا ہم مسلک ہوں یا اہل سنت کا۔

میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس طرح کے اعتراضات کی تحقیق کے لئے مجھ سے سوال نہ کیا جائے۔ میں صرف یہ عرض کرتا ہوں کہ جن الزامات کی تحقیق آپ خود تھوڑی سی تکلیف اٹھا کر کر سکتے ہوں ان کے لئے خواہ مخواہ مراسلت میں وقت کیوں صرف کیا جائے۔

”خطبات“ کی جن عبارات پر مولانا نے مجھے خارجی و معتزلی بنایا ہے ان پر گفتگو کرنے سے پہلے یہ جان لینا ضروری ہے کہ یہ کتاب کوئی فقہ اور علم کلام کی کتاب نہیں ہے۔ نہ فتوے کی زبان میں لکھی گئی ہے۔ بلکہ یہ ایک وعظ و نصیحت کی کتاب ہے جس سے مقصود بندگانِ خدا کو فرمانبرداری پر اکسانا اور نافرمانی سے روکنا ہے اس میں بحث یہ نہیں ہے کہ اسلام کے آخری حدود کیا ہیں جن سے تجاوز کئے بغیر ادنیٰ خارج از ملت قرار نہ پاسکتا ہو۔ بلکہ اس میں عام مسلمانوں کو دین کا اصل مقصد سمجھانے اور اخلاص فی الطاعت پر ابھارنے کی کوشش کی گئی ہے۔ کیا اس نوعیت کی کتاب میں مجھے عوام سے یہ کہنا چاہیے تھا کہ خواہ تم نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کچھ بھی ادا نہ کرو۔ پھر بھی تم مسلمان ہی رہو گے؟ مولانا حسین احمد صاحب کو فتویٰ دینے کا شوق تھا تو وہ ضرور اپنا یہ شوق پورا فرماتے مگر فتویٰ دینے سے پہلے انہیں اس چیز کو سمجھنا چاہیے تھا جس پر وہ فتویٰ لگا رہے تھے۔

پھر اگر مولانا نے محض پیش کردہ اقتباسات پر اکتفا نہ کیا ہوتا بلکہ اصل کتاب کو نکال کر ان عبارتوں کے سابق دلائل کو بھی دیکھ لیا ہوتا تو مجھے امید نہیں کہ وہ ان پر اعتراضات کرنے کی جرأت فرماتے مثال کے طور پر حج کے متعلق میری عبارت کو لیجئے جسے اپنے سب سے پہلے نقل کیا ہے۔ "خطبات" میں اس سے پہلے یہ آیت نقل کی گئی ہے کہ وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ه وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَنِّيْ عَنِ الْعَالَمِيْنَ ۝ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ "جو شخص زاد راہ اور سواری رکھتا ہو جس سے وہ بیت اللہ تک پہنچ سکے، اور پھر وہ حج نہ کرے تو اس کا اس حالت پر مرنا اور یہود یا نصرانی ہو کر مرنا یکساں ہے" پھر اسی مضمون کی ایک اور حدیث نقل کرنے کے بعد حضرت عمرؓ کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ "جو لوگ قدرت رکھنے کے باوجود حج نہیں کرتے میرا جی چاہتا ہے کہ ان پر جزیہ لگا دوں، وہ مسلمان نہیں ہیں، وہ مسلمان نہیں ہیں۔ ان ساری چیزوں کو نقل کرنے کے بعد میں نے وہ فقرے لکھے ہیں جو آپ نے مولانا کے پمفلٹ سے نقل فرمائے ہیں۔ نہ اب

۱۔ لوگوں پر اللہ کا حق ہے کہ جو بیت اللہ تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ اس کا حج کرے اور جس نے کفر کیا تو اللہ تمام دنیا والوں سے بے نیاز ہے۔ ۱۷۔

فرمائیے کہ اس عبارت پر خارجیت اور اعتزال کا جو فتویٰ مولانا صاحب نے جرّ دیا ہے اس کی زد کہاں کہاں جا کر پڑتی ہے؟ کیا میں مولانا کو خدا سے اتنا بے خوف فرض کر دوں کہ یہ سب کچھ ٹھہر لینے کے بعد بھی وہ اس مفتیانہ تیر اندازی کی جسارت کر گزرتے؟ اسی طرح نماز اور زکوٰۃ سے متعلق میری جو عبارتیں آپ نے مولانا کے پمفلٹ سے نقل فرمائی ہیں ان کے آگے اور پیچھے میں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس حکایت کو بھی نقل کیا ہے کہ انھوں نے مانعین زکوٰۃ کے خلاف جہاد کیا اور اس کے ساتھ بکثرت آیات بھی نقل کی ہیں، جن میں سے ایک یہ بھی ہے۔ فَإِنْ تَابُوا وَأَتَاوُا الصَّلَاةَ وَآتَوْا الزَّكَاةَ فَأَخِوانُكُمْ فِي الدِّينِ کیا اس سیاق و سباق پر نظر ڈالنے کے بعد بھی خارجیت اور اعتزال کے اس فتوے کو آپ ممکن سمجھ سکتے ہیں۔ جو مولانا کے قلم سے میری ان عبارتوں پر نکلا ہے۔

ترجمان مارچ ۱۹۵۳ء

۱۔ پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے لگیں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔

مذکورہ بالا اعتراضات کے جوابات بالترتیب درج ذیل ہیں۔

مودودی صاحب فرماتے ہیں :-

”ایک ظلم تو مولانا حسین احمد صاحب نے کیا کہ اصل کتاب کی عبارت کو پوری طرح پڑھے بغیر اور خود کتاب کے موضوع و مضمون سے واقفیت حاصل کرے بغیر محض چند لوگوں کے فراہم کردہ اقتباسات کی بنیاد پر کتاب کے مصنف کا ایک مسلک مشخص فرمایا اور اپنی اس تشخیص کا اعلان بھی فرمادیا“ (ترجمان القرآن جلد ۳۷ ص ۵۷)

مودودی صاحب نے اپنی غلط کاری پر پردہ ڈالنے کے لئے تبلیغات سے کام لیا ہے۔ ان کو کہاں سے معلوم ہوا کہ حسین احمد نے محض چند لوگوں کے فراہم کردہ اقتباسات کی بنیاد پر بغیر پڑھنے اور واقفیت حاصل کرنے کے مودودی صاحب کا مسلک مشخص کیا ہے۔ واقعہ بالکل خلاف ہے۔ ہم نے مودودی صاحب کی تصانیف کو بغور دیکھا اور ان کی عبارات مندرجہ اور ان کے سیاق و سباق پر نظر

ڈالی۔ ان میں جبکہ تادیلات کی گنجائش نہیں پائی تب ان کے اس
مسلک خارجیت و اعتزال کے معین کرنے پر مجبور ہوئے۔
مودودی صاحب فرماتے ہیں:-

”خطبات کی جن عبارات پر مولانا نے مجھے خارجی اور مغزلی
بنایا ہے ان پر گفتگو کرنے سے پہلے یہ جان لینا ضروری ہے
کہ یہ کتاب کوئی رفقہ اور علم کلام کی کتاب نہیں ہے نہ فتویٰ
کی زبان میں لکھی گئی ہے بلکہ یہ ایک وعظ و نصیحت کی
کتاب ہے جس سے مقصود بندگانِ خدا کو فرمانبرداری پر

اکسانا اور نافرمانی سے روکنا ہے (ترجمان القرآن جلد ۲، ص ۴۵)

(الف) یہ ارشاد بھی دوسری کھلی ہوئی تبلیہ ہے۔ فتویٰ اور رفقہ
کی تحریر سے ہمیشہ مقصود لوگوں کو حکمِ خداوندی بتلانا ہوتا ہے۔ اس
کے لئے نہ کوئی زبان مخصوص ہے نہ کوئی لہجہ۔ فرمانبرداری پر اکسانا
اور نافرمانی سے روکنا یعنی ترغیب و ترہیب کے لئے بھی کسی زبان
اور طرزِ ادا کی خصوصیت نہیں ہے۔ حدودِ شرعیہ ہی کے اندر رہ کر
اخبار و افتار اور ترغیب و ترہیب، وعظ و نصیحت کو انجام دینا
ضروری ہے۔ غالباً مودودی صاحب فرمانبرداری پر اکسانے اور
نافرمانی سے روکنے کے لئے ہر جائز اور ناجائز کارروائیوں کو جائز

اور صحیح سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ کرامیہ اور جاہل زاہدوں کا مذہب ہے۔ انہوں نے زمانہ قدیم میں بے شمار احادیث ترغیب و ترہیب اور اور وعظ و نصیحت میں بنا بنا کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کر دیں اور یہ بھانا بنا یا کہ ان احادیث کا وضع کرنا اور از خود بنانا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے دین کے نفع کے لئے نفع ہی ہے۔ اس لئے یہ مستحسن اور جائز بلکہ مطلوب ہے۔ اس میں کوئی عریض نہیں ہے۔ حالانکہ یہ امر باجماع مسلمین حرام اور نہایت شنیع اور قبیح ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح مسلم کے ابتدا میں فرماتے ہیں۔

انہ لا فرق فی تحريم الکذب	جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
علیہ صلی اللہ علیہ وسلم	کی طرف جھوٹی بات کو نسبت کرنے
بین ما کان فی الاحکام وما لا	کی حرمت میں احکام اور غیر احکام
حکم فیہ کالتزغیب والتزهیب	جیسے ترغیب اور ترہیب (اکس نے
والمواعظ وغیر ذلک فکلہ	اور ڈرانے) اور وعظ وغیرہ میں کوئی
حرام من الکبر الکبائر و اقبح	فرق نہیں ہے۔ سب کی سب حرام اور
القبائح باجماع المسلمین الذین	اکبر کبائر اور بدترین قبائح میں سے
یعتقدہم فی الاجماع خلافاً	ہیں، جس پر ان مسلمانوں کا اجماع ہے

للكرامية الطائفة المبتدعة
في زعمهم الباطل انه يجوز
وضع الحديث في الترغيب
والترهيب وتأبعهم على هذا
كثيرون من الجهلة الذين
ينسبون الفهم الى الزهد
او ينسبهم جهلة مثلهم

نیز میں فرماتے ہیں :-
واعلم ان تعدد وضع الحديث
حرام باجماع المسلمين الذين
يقتدواهم في الاجماع وشذت
الكرامية الفرقة المبتدعة
فتجوزات وضعه في الترغيب
والترهيب والزهد وقد
سلك مسلکهم بعض الجهلة

جو کہ قابل اعتماد ہیں بخلات کرامیر کے
جو کہ متعدد جماعت ہے جن کا باطل
گمان یہ ہے کہ ترغیب اور ترہیب
میں حدیثوں کا بنانا اور وضع کرنا
جائز ہے اور انہیں کی راہ پر بہت
سے ان کے پیچھے ان جاہلوں نے جو کہ
اپنے آپ کو زہد کی طرف نسبت کرتے
ہیں چلنا اختیار کیا یا جاہلوں نے ان کو
زائد دل میں سے سمجھا ہے ۔

جاننا چاہیے کہ قصداً حدیث کا گھڑنا
اور بنانا مقبر مسلمانوں کے اجماع سے
حرام ہے البتہ فرقہ مبتدعہ کرامیہ کی جماعت
مسلمانوں کی جماعت سے علاحدہ ہو کر
اس کی قائل ہوئی ہے کہ ترغیب
(اُکسانے) اور ترہیب (نافرمانی سے
رد کرنے) اور زہد (دنیا پرستی سے بچانے)

۱ ملتوسمین بسمۃ الزہاد
 وترغیباً فی الخیر فی نعمہم
 الباطل وھذہ عباوۃ ظاہرۃ
 وجہا لہ متناہیۃ ویکفی فی
 المراد علیہم قول رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم من کذب
 علی متعمداً فلیتبوأ مقعدہ
 من النار . ۱۰
 من النار کافی ہے۔

الغرض ترغیب و ترہیب اور وعظ و نصیحت کا وہی طریقہ معتبر
 ہو سکتا ہے جو کہ حد و شرعیہ کے اندر ہو تکفیر اور تضلیل کے ناجائز طریقوں
 اور افراط و تفریط سے خالی ہو۔

(ب) خطبوں اور وعظ و نصائح میں کسی ایسی زبان یا لہجہ کا
 اختیار کرنا اور ایسے مضامین کو ذکر کرنا جو حد و شرعیہ سے خارج ہوں
 کیا قہر اور غضب خداوندی کا باعث نہیں ہے۔ کیا ایسے ہی خطباء
 اور واعظین کے لئے مندرجہ ذیل حدیث وارد نہیں ہے۔
 عن انس رضی اللہ عنہ قال حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

قال رسول الله صلى الله عليه
وسلم مررت ليلة أُسْرِي
بِلقوم تقرض شفاهم سم
بمقارب من النار فقلت
يا جبرئيل من هؤلاء قال
هؤلاء خطباء امتك الذين
يقولون ما لا يفعلون

(ترمذی)

انہوں نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے کہ شبِ معراج میں
گزارا میں ایسی جماعت پر جن کے ہونٹ
آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے
میں نے جبرئیل سے پوچھا کہ یہ کون لوگ
ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ یہ آپ
کی امت کے وہ خطیب ہیں جو کچھ
کہتے ہیں اس پر خود عمل نہیں کرتے۔

(ج) کیا اس قسم کی سخت گیری اور تشدد و نوازی احکامِ نبویہ
علیہ السلام

نہی کر دینگی نہ کرو، خوشخبری سننا،
متنفر نہ کرو۔

اس کو چھوڑ دو اور پانی کا ایک ڈول
اس کے پیشاب پر بہا دو۔ تم تو آسانی
ای کرنے کے لئے بھیجے گئے ہو نہ کہ
تنگی کرنے کے لئے۔

يسروا ولا تنفروا وبشروا
ولا تنفروا الحديث (بخاری)
اور حکم :- دعوت دہرے یقوت
علی بولہ سجدہ من ماء فانہا
بعثتم ميسرين ولم تبعثوا
معسرين. الحديث (بخاری)

اور حکم یسرا ولا تنفروا وبشروا ولا تنفروا الحديث کے خلاف نہیں ہے

جس کے ہم معنی آیات اور روایات بکثرت وارد ہیں۔

پھر مودودی صاحب فرماتے ہیں :-

”اگر مولانا رمدی نے محض پیش کردہ اقتباسات پر اکتفا نہ کیا ہوتا بلکہ اصل کتاب کو نکال کر ان عبارتوں کے سابق و لاحق کو بھی دیکھ لیا ہوتا تو مجھے اُمید نہیں کہ وہ ان پر یہ اعتراضات کی جرات فرماتے۔“

یہ بھی مودودی صاحب کی کھلی ہوئی تبلیہ ہے۔ ہم نے اس عبارت کے سابق و لاحق کو دیکھا اور بغور دیکھا۔ ہم نے مشاہدہ کیا کہ مودودی صاحب نے انتہائی جسارت اور کھلی ہوئی غلطی کا ارتکاب کیا ہے۔ اور مسلمانوں کی تکفیر اور ان کو دائرہ ایمان سے نکال دینے میں خوارج اور معتزلہ کا ہی اتباع کیا ہے۔ چنانچہ آگے آیا جاتا ہے۔

مودودی صاحب یہاں فرض کے نئے معنی گھڑتے ہیں جو کہ تمام اہل سنت کے خلاف ہے۔ ”خطبات“ ص ۱۸۵ سطر ۱۲ میں فرماتے ہیں:

”اب قبل اس کے کہ آپ کے سامنے حج کے فائدے بیان

کئے جائیں یہ بھی بیان کر دینا ضروری ہے کہ یہ فرض کیسا ہے

قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے الخ“

اور پھر جو معنی بیان کئے ہیں وہ عین خوارج و معتزلہ کے معنی ہیں۔

موردی صاحب فرماتے ہیں :-

» مثال کے طور پر حج کے متعلق میری اس عبارت کو لیجئے جسے آپ نے سب سے پہلے نقل کیا ہے۔ خطبات میں اس سے پہلے یہ آیت نقل کی گئی ہے **وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ** **مَنْ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا** **وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَنِيْ عَنِ الدّٰلِمِيْنَ**۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص زاد راہ اور سواری رکھتا ہو جس سے وہ بیت اللہ تک پہنچ سکے۔ پھر وہ حج نہ کرے تو اُس کا اس حالت پر مرنا اور یہود یا نصرانی ہو کر مرنا یکساں ہے۔ پھر اسی مضمون کی ایک اور حدیث نقل کرنے کے بعد حضرت عمرؓ کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ جو لوگ قدرت رکھنے کے باوجود حج نہیں کرتے میرا جی چاہتا ہے کہ اُن پر جزیہ لگا دوں، وہ مسلمان نہیں ہیں۔ وہ مسلمان نہیں ہیں، ان ساری چیزوں کے نقل کرنے کے بعد میں نے وہ فقرے لکھے ہیں جو آپ نے مولانا کے مفاد سے نقل فرمائے ہیں۔ «

(ترجمان القرآن جلد ۱، ص ۶۷)

موردی صاحب خطبات ص ۱۸۵ میں اس آیت کا ذکر فرماتے کے بعد

مندرجہ ذیل عبارت لکھتے ہیں :-

”اس آیت میں قدرت رکھنے کے باوجود فصد حج نہ کرنے

کو کفر کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔“

اس عبارت کو مودودی صاحب نے ترجمان جلد ۷ ص ۶۷ میں اسی تلبیس کے ماتحت نقل نہیں کیا اور چھپایا۔ یہ مودودی صاحب کا وہی غلطی اور خارجی فہم ہے کہ قدرت رکھنے کے باوجود فصد نہ کرنے کو کفر کا مصداق قرار دیدیا۔ آیت میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ ترک حج ہی کی تعبیر کفر سے کی گئی ہے۔ یہ ترجمہ اور یہ فہم خارجیت ہی کی بنا پر ان سے ظہور پذیر ہوا ہے۔ کیوں نہیں ہو سکتا کہ کفر سے مراد یہاں پر حج کی فرضیت کا انکار اور محمود ہو، خصوصاً جبکہ یہ جملہ اعلان فرضیت حج کے مقابلہ پر ذکر فرمایا گیا ہے۔ کیونکہ لَبَّيْكَ عَلَى النَّاسِ میں لفظ علی فرضیت اور وجوب ہی کے لئے ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد اور حسن بصری اور عطاء وغیرہ اس آیت کی تفسیر فرماتے ہیں :-

فَإِنَّ اللَّهَ غَنَىٰ عَنِ الْعَالَمِينَ يَقُولُ
جس نے کفر کیا تو بیشک اللہ تعالیٰ تمام
عالموں سے مستغنی ہے یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا
مَنْ كَفَرَ بِالْحِجَّةِ فَلَمْ يَرْسِدْ حُجَّةً بَرًّا
دلائل ترکہ انشاء ۱۷۰ (سنن بیہقی جلد ۲ ص ۲۳۳)
کہ جس شخص نے حج کے ساتھ کفر کیا پس حج

کرنے کو نیکی اور اس کے ترک کو گناہ نہیں سمجھا۔

تفسیر منظمی میں ہے :-

ومن کفر یعنی انکار و جواب الحج
کذا قال ابن عباس والحسن
اور جس نے کفر کیا یعنی حج کے وجوب کا
انکار کر دیا۔ جیسا کہ ابن عباس اور
حسن اور عطاء نے فرمایا ہے۔ (ج ۲ ص ۱۱)

الفرض مودودی صاحب خلافِ سیاق اپنی رائے سے آیت کی
تفسیر فرماتے ہیں اور ترکِ عمل حج کو کفر قرار دیتے ہوئے تارکِ حج کو
کافر کہتے ہیں جو کہ عین مذہبِ خوارج و معتزلہ کہے۔

(۵) کیا ان عبارتوں میں ایسے الفاظ موجود نہیں ہیں جنکے
ہوتے ہوئے مجاز اور کنایہ وغیرہ کی رگوں کا بالکل قلع اور قطع ہو جانا
ہے۔ اور الفاظ مفردہ اور عبارات مرکبہ کو حقیقت پر حمل کرنا لازم بن
جاتا ہے۔

(۱) مودودی صاحب نے ایک ظلم تو یہ کیا کہ خلافِ سیاقِ آیت کی
تفسیر کفر کی ترکِ عمل حج سے فرمائی ہے۔ جو کہ حضرت ابن عباس اور
مجاہد اور دیگر مفسرین کے خلاف ہے اور اس میں معتزلہ اور خوارج کی
ہمنوائی کی گئی ہے۔ دوسرا ظلم صریح یہ کیا کہ دوسریوں اور قول حضرت
عمر رضی اللہ عنہ کو اسی آیت کی شرح قرار دیا چنانچہ اسی صفحہ ۸۵ خطبات میں

بعد از ترجمہ آیت مذکورہ بالا فرماتے ہیں :-

”اس آیت میں قدرت رکھنے کے باوجود تصدّاج نہ کرنے کو کفر کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس کی شرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دو حدیثوں سے ہوتی ہے۔“

جس کے معنی یہ ہوئے کہ تارک حج جس طرح حسب آیت مذکورہ کافر ہو جائیگا۔ اسی طرح حسب ہر دو حدیثین مذکورین بھی کافر ہو جائیگا۔ اور اس کا مرنا یہودی اور نصرانی کے مرنے جیسا اور کیساں ہو جائے گا۔ اور پھر تیسرا ظلم یہ کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کو ذکر فرما کر یہ دعویٰ کیا کہ اس قول حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) سے بھی یہی تفسیر نکلتی ہے کہ یہ ایسا فریضہ ہے جس کا تارک دائرۃ اسلام سے بالکل بیگانہ بن جاتا ہے وہ اس کا مستحق ہو جاتا ہے کہ اس پر جزیہ لگادیا جائے۔ اور وہ دائرۃ ملت سے نکل جاتا ہے۔

چنانچہ ص ۸۶ میں فرماتے ہیں :-

”اور اسی کی تفسیر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جب کہا کہ جو لوگ قدرت رکھنے کے باوجود حج نہیں کرتے میرا حبی چاہتا ہے کہ ان پر جزیہ لگادوں۔ وہ مسلمان نہیں ہیں۔ وہ مسلمان نہیں ہیں۔“

حالانکہ یہ دونوں روایتیں انتہائی درجہ میں ضعیف ہیں، ابن جوزی نے اسکو موضوع کہا ہے۔ حدیث ترمذی کا مدار ہلال بن عبد اللہ اور عمارت پر ہے۔ ترمذی کہتا ہے۔

هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَّا يَرْفَعُهُ
الْإِسْنَادُ هَذَا الْوَجْهَ وَفِي إِسْنَادِهِ
مَقَالٌ وَهَلَالُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ
مَجْهُولٌ وَالْعَمَارَةُ يَضَعُفُ
الْحَدِيثُ۔
یہ حدیث غریب ہے، اس طریقہ کے علاوہ دوسرے طریقہ سے اسے ہم نہیں جانتے اور اس کی اسناد میں کلام ہے ہلال بن عبد اللہ مجہول اور عمارت ضعیف ہیں۔

تہذیب میں ہلال بن عبد اللہ کے متعلق لکھتے ہیں :-

قال البخاری منکر الحدیث و
قال الترمذی مجہول وقال
ابن عدی هو معروف بهذا
الحدیث ولیس هو بمحفوظ قال
الحاکم ابوالاحمد لیس بالقوی
عندہم قلت ویروی هذا
باسناد اصح من هذا موقوف
عن علی ولہ اسناد اصح منه
امام بخاری کے نزدیک منکر ہیں۔
امام ترمذی مجہول کہتے ہیں۔ ابن عدی
کے نزدیک صرف اس حدیث کے راوی
ہیں۔ امام حاکم ابوالاحمد نے فرمایا محمد بن
کے نزدیک قوی نہیں ہیں، میں
کہتا ہوں یہ حدیث اس سے زیادہ
صالح سند سے مروی ہے جو حضرت
علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور موقوف

عن عمر بن الخطاب قال قال العقیلی
لا یتابع علی حدیثہ وقال الحربی
ہے اور ایک روایت حضرت عمر سے مروی ہے اور
موقوف ہے، امام عقیلی نے فرمایا ان جیسی حدیث
کوئی اور روایت نہیں کرتا، حربی کے نزدیک غیر معروض ہیں۔

اسی حدیث کو دارمی نے ابو امامہ سے روایت کیا ہے جس میں لیث
بن ابی سلیم اور عمارت مذکور راوی ہیں، اور دونوں میں کلام ہے البتہ
اس حدیث کو موقوفاً حضرت علیؑ اور حضرت عمرؓ سے روایت کیا گیا
ہے جو کہ ہر دو حضرات کے اقوال ہیں مرفوع نہیں ہیں، انکو بھی حافظ ابن
عمر مطلقاً صحیح نہیں کہتے ہیں، البتہ ان مرفوع روایتوں سے بہتر قرار
دیتے ہیں جس سے حسب قاعدہ اصول حدیث روایت کی صحت ثابت
نہیں ہوتی، حافظ ابن عمر تلخیص میں فرماتے ہیں :-

میں کہتا ہوں اگر اس موقوف کو ابن ابی
سہل سے ملا لیا جائے تو انا مسئلہ
ہو جائے گا کہ اس حدیث کی اصل ہے
اور معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ جو ترک جمع کو
حلال سمجھے اور اس سے اس حدیث کو
موضوع کہنا غلط ہو گا۔

قلت واذا انضم هذا الموقوف
الی مرسل ابن سابط علم ان
لهذا الحديث اصلاً و
محتملاً علی من استحل التزو
وتبين بذلک خطا من ادعی

انہ موضوع
الغرض یہ حدیثیں ادلاً خود قابل استدلال نہیں ہیں، ثانیاً انکے

معنی ہر تارک کے نہیں ہیں بلکہ وہ تارک جج مراد ہے جو کہ ستمی ہو یعنی ترک فریضہ جج کو حلال سمجھتا ہو۔ ایسا تارک بالاتفاق کافر ہو جاتا ہے۔
آیت مذکورہ میں اگر کفر سے تارک جج ہی مراد لیا جائے اور انکار جج اور محمود نہ لیا جائے جیسا کہ بعض اہل تفسیر نے کہا ہے تو کفر کا اطلاق ایسے تارکین فرض پر کفر یعنی ضد احسان ہو گا۔ جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے متعلق لیکن العتشی فرمایا ہے اور آیت خلافت میں فمن کفر بعد ذلك فاولئك هم المفسقون فرمایا گیا ہے۔ اور یہی عادت قرآن شریف کی ہے کہ جب لفظ کفر نعمت الہیہ کے مقابلہ پر ذکر کیا جاتا ہے تو کفر سے ضد احسان یعنی ناشکری اور احسان فراموشی کرنا مراد ہوتا ہے ماس سے خردن از اسلام دایمان مراد نہیں ہوتا۔ تفسیر منطہری میں ہے۔

والظاهر انه وضع من كفر موضع
لحرج تاكيد الوجوب وتعليل
على تاركه ومعنى كفرانه لم يشكر
المنعم على صحته جسمه وسقته ورزقه
اور ظاہر ہے کہ جج کے وجوب کی تاکید
کیلئے اور تارک جج کی سرزنش کیلئے
اللہ تعالیٰ نے لم یحجج کے بجائے من کفر
فرمایا ہے اور آیت میں کفر کے معنی یہ ہیں
کہ اس نے اپنے جسم کی تندرستی اور درجہ

(ج ۲ صفحہ ۲)

رزق پر اپنے منعم حقیقی کا شکر ادا نہیں کیا۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح بخاری باب کفران العشر میں فرماتے ہیں :-

واعلم ان الشرع اطلق الکفر علی
ما سوى الانواع الاربعۃ وهو
کفران المحقوق والنعم من ذلك
لهذا الحديث الذی فی الباب
وحديث اذا ابتغى العبد من موالیه
فقد کفر وحديث لا ترجعوا بعدی
کفارا یضرب بعضکم رقاب
بعض واشباه ذلك وهذا
مراد البخاری بقوله وکفرون
کفر الخ .

(جلداول صفحہ ۹، شرح البخاری)

اور اپنے قول کفر دون کفر سے
امام بخاری کی یہی مراد ہے۔

اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اس جگہ تارک کبج پر تغلیظ اور تشدید کی
بنیاد پر کفر کا اطلاق کیا گیا ہے یعنی بطور مجاز مرسل یا تشبیہ یا کنایہ یہ لفظ بولا
گیا ہے۔ حقیقت مراد نہیں ہے۔ جیسے کہ بے وقوف کو گدھا کہا جاتا ہے
اور تکلیف پر مرمانا بولا جاتا ہے۔ تفسیر منظری میں ہے :-

و تسمیة نزل الحج کفرًا من
 حیث انه فعل الکفرة .
 اور ترک حج کو کفر کے عنوان سے بیان کرنا
 اس اعتبار سے ہے کہ یہ کافروں کا
 فعل ہے . (جلد ۲ صفحہ ۱)

نیز یہ قول حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بھی کتب متداولہ حدیث میں موجود نہیں ہے۔
 نہ اُس کی سند اور راویوں کا پتہ ہے کہ اُن کے رجال کی تحقیق کی جائے
 پھر حضرت عمر نے اس پر عمل بھی نہیں کیا۔ یہ صرف اپنی خواہش کا اظہار کیا
 ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔
 پھر فرماتے ہیں:-

« اللہ تعالیٰ کے اس فرمان اور رسول و خلیفہ رسول کی اس
 تشریح سے آپ کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ یہ ایسا فرض نہیں ہے
 کہ جی چاہے تو ادا کیجئے۔ اور نہ چاہے تو ٹال دیجئے۔ »
 (خطبات ۱۸)

یہاں بھی موردی صاحب تبلیغ سے کام لیتے ہیں اگر ان کی مراد ٹال
 دینے سے یہ ہے کہ اس کو ہمیشہ کیلئے ترک کر دے۔ تو ایسا فرض تو کوئی ہوتا
 ہی نہیں۔ فرض تمام ارباب مذاہب کے نزدیک وہی ہے جس کا کرنا ضروری
 ہے۔ ترک کرنا جائز ہی نہیں ہوتا۔ ترک کرنے سے انسان عذاب خداوندی
 کا مستحق ہوتا ہے۔ اور اگر مراد ٹال دینے سے مؤخر کرنا ہے تو یہ امر نائمہ مذاہب

میں برابر مختلف فیہ چلا آتا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ اس کو فرض علی النور کہتے ہیں اور امام شافعیؒ اور ان کے موافقین اس کو فرض علی التراخی فرماتے ہیں مگر کوئی بھی اس کا قائل نہیں جس کو مودودی صاحب فرماتے ہیں کہ حج کا ترک کرنا بالادب و باوجود استطاعت کافر ہو جاتا ہے۔ اس کی موت بہودی اور نصرانی جیسی ہے وہ اس کا مستحق ہے کہ اس پر جزیہ لگا دیا جائے۔ وہ مسلمان نہیں ہے۔ یہ مذہب فقط خوارنج اور معتزلہ ہی کا ہے جس کو مودودی صاحب نے اختیار کیا ہے کہ تارک حج قطعاً مسلمان نہیں ہے، اُس کا اپنے کو مسلمان کہنا جھوٹ ہے۔ جو شخص اس کو مسلمان سمجھتا ہے وہ قرآن سے جاہل ہے۔ یہاں تو مودودی صاحب تارک حج کو صرف مجازاً یا کنایۃً کافر نہیں قرار دیتے بلکہ قطعی طور پر خارج از اسلام قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ ۱۸۶ میں فرماتے ہیں:-

”جو لوگ قدرت رکھنے کے باوجود حج کو ٹالتے رہتے ہیں اور ہزاروں مصروفیتوں کے بہانہ کر کے سال پر سال یونہی گزارتے چلے جاتے ہیں اُن کو اپنے ایمان کی خیر منائی چاہیے۔ رہے وہ لوگ جن کو علم کبھی یہ خیال نہیں آتا کہ حج بھی کوئی فرض اُن کے ذمہ ہے۔

کعبہ یورپ کو آتے جلتے حجاز کے ساحل سے

بھی گزر جاتے ہیں جہاں سے مکہ صرف چند گھنٹوں کی مسافت پر ہے اور پھر حج کا ارادہ تک ان کے دل میں نہیں گزرتا۔ وہ قطعاً مسلمان نہیں ہیں جو ٹھہرتے ہیں اگر اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور قرآن سے جاہل ہے جو انہیں مسلمان سمجھتا ہے۔ ان کے دل میں اگر مسلمانوں کا درد اٹھتا ہو تو اٹھا کرے۔ اللہ کی اطاعت اور اس کے حکم پر ایمان کا جذبہ تو بہر حال ان کے دل میں نہیں ہے۔" (خطبات طہ)

مودودی صاحب ان تارکینِ حج کو قطعی طور پر اسلام سے خارج فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جو شخص ایسوں کو مسلمان سمجھتا ہے وہ قرآن سے جاہل ہے۔ کیا یہ تشدد اور دائرۃ اسلام سے قطعی طور پر خارج کر دینا اہل اعتزال اور خوارج ہی کا مذہب اور طریقہ نہیں ہے۔ کیا اس عبادت سے اور اس کے اس سیاق سے جس کو ہم نے حسب ارشاد مودودی صاحب صفحہ ۱۸۵ سے نقل کیا ہے، یہی امر واضح نہیں ہے کہ مودودی صاحب ان تارکینِ حج کو دائرۃ اسلام سے یقینی طور پر اور بلا شک و شبہ خارج فرماتے ہیں۔

یہاں یہ کہنا کہ لوگوں کو حج پر اکسانے اور ترکِ حج سے ڈرانے کے لئے تغلیط یہ کہا گیا ہے بالکل غلط و دلیل ہے۔ یہ الفاظ بالکل اس کی

مساجد نہیں کرتے۔ تغلیظ جو الفاظ کہے جاتے ہیں ان کے معنی مجازیہ یا کنائیہ مراد ہوتے ہیں۔ صرف ڈرانے اور روکنے کے لئے سخت الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں حقیقت اور قطعیت دہاں مراد نہیں ہوتی۔ مگر یہاں تو فرمایا جاتا ہے "قطعاً مسلمان نہیں ہیں" جن مفسرین نے آیت مذکورہ کے متعلق تغلیظ کے طور پر کفر وغیرہ کا لفظ استعمال کیا ہے۔ وہ صاف فرماتے ہیں کہ یہ تہدید مشابہت بفعل الکفار وبالیهود والنصارى کی وجہ سے ہے وہ دراصل نہ کافر ہوا ہے اور نہ اس سے کا فرانہ معاملہ کیا جائے گا۔ وہ مرگیا تو مسلمانوں پر فرض ہوگا کہ اُس کی نماز جنازہ پڑھیں اس کو مسلمانوں کے مقبرہ میں دفن کریں وغیرہ وغیرہ۔ اگر ایسا نہ کریں گے تو سب مسلمان گنہگار ہوں گے۔ نیز میراث وغیرہ احکام جاری ہوں گے۔ دیکھو شرح عقائد وغیرہ۔

بے شک ایسے لوگ سخت گنہگار اور فاسق ہیں۔ لیکن ان کو مرتد اور دائرۃ اسلام اور اہل قبلہ سے خارج نہیں کہا جاسکتا۔ یہ انتہائی تشدد ہے، اور بعینہ خارجوں اور اہل اعتزال کا مسلک ہے۔

پھر مودودی صاحب فرماتے ہیں :-

"اب فرمائیے اس عبارت پر خارجیت اور اعتزال کا جو فتویٰ

مولانا صاحب نے جرّ و دیا ہے اس کی زد کہاں کہاں پڑتی ہے۔

کیا میں مولانا کو خدا سے اتنا بے خوف فرض کر دوں کہ یہ سب پڑھ
 لینے کے بعد بھی وہ اس مفتیانہ تیر اندازی کی جسارت کر گزرتے؟
 (ترجمان القرآن جلد ۳ ص ۶۷)

مذکورہ بالا بیان واضح سے بخوبی واضح ہو گیا کہ یہ فتویٰ خارجیت و اعتزال
 صرف مودودی صاحب ہی کے کلام پر عائد ہوتا ہے جس میں کوئی موقع ناؤٹ
 کا نہیں چھوڑا گیا ہے۔ اور مراۃ الخوارج اور معتزلہ کی ہمنوائی کی گئی ہے۔
 اسلاف کرام اس سے کوسوں دور ہیں۔

(۲) تارکینِ زکوٰۃ کے متعلق فرمایا جاتا ہے :-

وہ اور جس کا دل اتنا تنگ ہے کہ وہ اتنی ذرا سی قربانی بھی خداوند
 عالم کے لئے برداشت نہیں کر سکتا وہ اللہ کے کسی کام کا
 نہیں وہ ہرگز اس لائق نہیں کہ اہل ایمان کی جماعت میں
 داخل کیا جائے وہ تو ایک سڑا ہوا عضو ہے جسے جسم سے
 الگ ہی کر دینا بہتر ہے ورنہ سارے جسم کو سڑا دیگا۔ یہی
 وجہ ہے کہ سرکارِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد
 جب عرب کے بعض قبیلوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تو
 جنابِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس طرح جنگ کی جیسے
 کافروں سے لڑی جاتی ہے حالانکہ وہ لوگ نماز پڑھتے تھے۔

اور خدا اور رسول کا اقرار کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ
کے بغیر نماز، روزہ اور ایمان کی شہادت سببے کار ہیں۔
کسی چیز کا بھی اعتبار نہیں۔ (خطبات ۱۲۴ و ۱۲۵)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

من شهد ان لا اله الا الله
وحد لا شريك له وان محمدا
عبده ورسوله وان عيسى
عبد الله ورسوله وابن امته
وكلما لقاهما الى مریم ورحم
منه وان الجنة حق والنار
حق ادخله الله الجنة على
ما كان من العمل۔

جس شخص نے گواہی دی کہ نہیں کوئی معبود
سوائے اللہ وحدہ لا شریک کے اور اس بات
کی گواہی دی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ
کے بندے اور رسول ہیں۔ اور اس بات
کی کہ بیشک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بندے
اور اس کے رسول ہیں اور اس کی نبی
کے لڑکے ہیں۔ اور اللہ کا کلمہ میں جس کو
حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بھیجا۔

(متفق علیہ مشکوٰۃ ص ۴۳ مسلم ج ۱)
(عن عبادة بن الصامت بنیاری ص ۱۸)

اور اللہ کی مخلوق ردع ہیں اور اس بات
کی گواہی دی کہ جنت حق ہے اور دوزخ

حق ہے۔ جس عمل پر بھی ہو اُسے اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کرے گا۔

کیا تعجب کی بات نہیں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو
ذَرَّہ برابر ایمان کو بھی کارآمد اور خلود فی النار سے نجات دہندہ فرمائیں۔

اور نص قرآنی فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ فرمائیے اور مودودی صاحب ان سب کو بغیر زکوٰۃ دینے کے ایسا بیکار قرار دیں کہ کسی چیز کا اعتبار ہی نہیں۔ نہ شہادت لا الہ الا اللہ کا کوئی اعتبار ہے نہ اقرار رسالت محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) سے کوئی نفع ہے نہ دیگر اعمال صالحہ نماز، روزہ، جہاد فی سبیل اللہ، شہادت فی سبیل اللہ وغیرہ وغیرہ کا۔ وہ تمام احادیث اور نصوص صحیحہ اور آیات مرکہ جو ان امور کے متعلق وارد ہوئی ہیں۔ سب لغو اور بیکار اور فضول قرار دیتے ہیں۔ اس تکفیر اور تشدد کا ٹھکانا کیا ہے۔

مذکورہ عبارت اور اس کے مؤکدات وغیرہ پر غور فرمائیے کیا یہ سب نہایت زور دار طریقہ پر بلند آواز سے کہہ نہیں رہے ہیں کہ تارک زکوٰۃ مودودی صاحب کے نزدیک خارج از اسلام اور کافر قطعی ہیں۔

نوٹ :- حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جنگ کے متعلق مودودی صاحب غلطی پر ہیں۔ وہ لوگ صرف تارک زکوٰۃ نہیں بلکہ منکر فیئہ زکوٰۃ بھی تھے۔ اور جب اُن کو اس عقیدہ سے رد کا گیا تو جنگ کرنے کے لئے آمادہ ہو گئے۔ حافظ ابن حجر شرح بخاری میں مرتد بن عرب کی تفصیل لکھتے ہوئے فرماتے ہیں :-

وصنف ثالث استمروا علی اور تیسری قسم مرتدوں کی وہ لوگ تھے۔

الاسلام لكنهم جحدوا الزكاة
 وتناولوا بانها خاصة بمن النبي
 صلى الله عليه وسلم وهم الذين
 ناطقهم ابا بكر في قتالهم
 كما وقع في حديث الباب اه
 ان سے جنگ کرنے میں مناظرہ ہوا تھا۔ جیسا کہ اس باب میں ذکر کیا گیا ہے۔
 (فتح الباری ج ۱۲ ص ۲۴۲)

یہی بات حافظ ابن حجر نے ابن حزم اور قاضی عیاض وغیرہ سے
 نقل فرمائی ہے۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں :-

والصنف الآخر هم الذين
 فرقوا بين الصلوة والزكاة
 فافروا بالصلوة وانكروا
 فرض الزكاة وجوبها
 الى الامام هو لاء على الحقيقة
 اهل بغى وانها لم يدا عوا بهذا
 الاسم في ذلك الزمان خصوصا
 لسخر لهم في غمار اهل الردة
 اور دوسری جماعت مرتدوں کی وہ لوگ
 تھے جنہوں نے زکوٰۃ اور نماز میں فرق کیا
 تھا۔ نماز کا اقرار کیا تھا اور زکوٰۃ کی
 فرضیت اور اس کے واجب ہونے کا
 انکار کیا تھا (یعنی امام کو دینے کا) لوگ
 حقیقتاً باغی لوگ تھے مگر اس نام سے
 پکارے نہیں گئے، کیونکہ یہ لوگ مرتدوں
 کے جھگڑوں میں داخل ہو گئے تھے۔

فادنیف الاسم فی الجملة الی
الردة اذ كانت اعظم الامرين
واهمها۔

(شرح مسلم للنووی جلد اول ص ۳)

صفحہ ۲۲۵ میں فرماتے ہیں :-

وانها قاتلهم الصديق ولم
يعذرهم بالجمل لانهم نصبوا
القتال فجهر اليهم من دعاهم
الى الرجوع فلما اصرروا قاتلهم
قال المانزري ظاهر السياق
ان عمر كان موافقا على قتال
من جحد الصلوة فالزمه
الصديق بمثله في الزكوة لو رد
هما في الكتاب والسنة مورد
واحدا ام۔

(جلد ۱۲ ص ۲۲۵)

اس لئے اُن کو مرتدوں کا نام دیا گیا۔
کیونکہ ہر دونوں امور میں یہ بڑا امر
تھا۔

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فقط اس
درجہ سے ان سے جنگ کیا اور نادانی
کی بنا پر ان کو معذور نہیں قرار دیا کیونکہ
انہوں نے جنگ سے مقابلہ کیا تو حضرت
ابوبکر نے ایسے لوگوں کو بھیجا جنہوں نے
اُن کو اُن کے عقیدہ سے ہٹانے کی طرف بلایا
مگر جب وہ اپنے اعمال پر اصرار کرتے
ہے تو ان سے جنگ کیا۔ مازری فرماتے
ہیں کہ چونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس بات کے
موافق تھے کہ جو نماز کا انکار کرے اس
سے قتال کیا جائے تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے
زکوٰۃ کو بھی اس کا مثل قرار دیا کیونکہ دونوں ایک ہی درجہ میں کتاب اللہ اور

سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں وارد ہوئے ہیں۔
 (۳) ”اہل ایمان صرف وہ لوگ ہیں جو نماز پڑھتے اور
 زکوٰۃ دیتے ہیں ان دو ارکانِ اسلام سے جو لوگ رد گردانی
 کریں ان کا دعویٰ ایمان ہی جھوٹا ہے۔“ (خطبات ص ۱۳)

کیا یہ بعینہ خارجیوں اور معتزلہ کا مذہب نہیں ہے۔
 (۴) ”سن لیا اپنے اکوئی شخص مسلمانوں کا دینی بھائی
 بن ہی نہیں سکتا جب تک کہ وہ اقرارِ ایمان کر کے عملاً نماز
 اور زکوٰۃ کی پابندی نہ کرے۔ ایمان، نماز اور زکوٰۃ یہ تین
 چیزیں مل کر ایمانداروں کی جماعت بناتی ہیں۔ جو لوگ ان تینوں
 کے پابند ہیں وہ اس پاک جماعت کے اندر ہیں۔ اور انھیں کے
 درمیان دوستی، محبت و رفاقت اور مددگاری کا تعلق ہے اور
 جو ان کے پابند نہیں ہیں وہ اس جماعت کے باہر ہیں۔ خواہ
 وہ نام کے مسلمان ہی کیوں نہ ہوں۔“ (خطبات ص ۱۳)

اس تحریر میں غور فرمائیے کہ کس طرح عملاً نماز اور زکوٰۃ کی پابندی نہ کرنے
 والوں کو دائرۃ اسلام اور اُس کی جماعت سے نکال رہے ہیں۔ کیا یہی خواجہ
 اور معتزلہ کا مذہب نہیں ہے۔

(۵) ”بہت سے مسلمان سمجھتے ہیں کہ نماز نہ پڑھ کر اور زکوٰۃ

نہ دیکر بھی وہ مسلمان رہتے ہیں اگر قرآن اسکی صاف الفاظ
میں تردید کرتا ہے۔ قرآن کی رد سے کلمہ طیبہ کا اقرار ہی بے
معنی ہے۔ اگر آدمی اس کے ثبوت میں نماز اور زکوٰۃ کا پابند
نہ ہوا اسی بنا پر حضرت ابو بکرؓ نے زکوٰۃ سے انکار کرنے
والوں کو کافر سمجھ کر ان کے خلاف تلوار اٹھائی تھی۔ جیسا کہ
ابھی آپ سے بیان کر چکا ہوں۔ (خطبات ص ۱۳۱)

یہ مودودی صاحب کی غلط فہمی یا تبلیس ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
نے تارکین زکوٰۃ کے خلاف تلوار نہیں اٹھائی تھی بلکہ منکر بن فریضہ زکوٰۃ کے
خلاف تلوار اٹھائی تھی۔ امام بخاری نے ص ۱۲۳ باب قتل من ابی قتل
الفرانض و ما نسبوا الی الردۃ میں صاف طرح اس کی تصریح فرمائی ہے
جیسا کہ ہم شرح بخاری سے نقل کر چکے ہیں۔ کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
نے ان لوگوں کے خلاف تلوار اٹھائی تھی جو کہتے تھے کہ نماز تو ہمیشہ کیلئے
فرض ہے مگر زکوٰۃ زمانہ نبوی میں فرض تھی اب نہیں ہے۔ یہ لوگ نماز
اور زکوٰۃ میں فرق کرتے تھے اور جب ان کو سبھایا گیا تو جنگ کرنے کیلئے
آمادہ ہو گئے اور اپنے مسلک پر اڑے رہے ایسے لوگ بالاتفاق کافر اور
مرتد تھے۔

(۶) صحابہ کرام کو ابتدا میں شبہ تھا کہ آیا وہ مسلمان جو خدا اور

رسول کا اقرار کرتا ہے اور نماز بھی پڑھتا ہے۔ ان لوگوں کے زمرہ میں شامل کیا جاسکتا ہے یا نہیں جن پر تلوار اٹھانے کا حکم ہے مگر جب حضرت ابو بکر جن کو اللہ نے مقام نبوت کے قریب درجہ عطا فرمایا تھا اپنی بات پراڑ گئے اور انھوں نے اصرار کے ساتھ فرمایا کہ خدا کی قسم اگر یہ لوگ اس زکوٰۃ میں سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں دیا کرتے تھے اونٹ باندھنے کی ایک رستی بھی روکیں گے تو میں ان پر تلوار اٹھاؤں گا تو بالآخر تمام صحابہ کے دلوں کو اللہ نے حق کیسے مکھول دیا اور سب نے یہ بات تسلیم کر لی کہ زکوٰۃ سے انکار کرنے والے پر جہاد کرنا چاہیے۔ (خطبات ۱۳)

(یہاں بھی وہی غلط فہمی اور تلبیس عمل میں لائی گئی ہے۔ وہ لوگ جن پر جہاد کیا گیا زکوٰۃ کی فرضیت کے منکر تھے، ایسے لوگ بالاتفاق کافر اور مرتد ہیں۔ فقط تارک ادا زکوٰۃ نہ تھے) مودودی صاحب نے پہلا ظلم تو یہ کیا کہ زکوٰۃ نہ دینے کو انکار زکوٰۃ قرار دیا اور دوسرا ظلم شدید یہ کیا کہ انکار زکوٰۃ کو انکار فرضیت زکوٰۃ قرار دیا حالانکہ ان تینوں میں فرق عظیم ہے۔

”قرآن مجید توصات کہتا ہے کہ زکوٰۃ نہ دینا ان مشرکین کا کام ہے جو آخرت کے منکر ہیں۔ ویل للمشرکین الذین لا یؤتون“

الزکوٰۃ وھم بالآخرة هم کفرون (حکم مجیدہ)
تباہی بہان مشرکین کے لئے جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور آخرت
سے منکر ہیں۔ (خطبات ص ۱۳۲)

یہاں بھی مطلق زکوٰۃ نہ دینے والوں کو مشرک قرار نہیں دیا گیا ہے بلکہ ان
تارکین زکوٰۃ کو مشرک کہا گیا ہے جو کہ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے مگر مودودی
صاحب صرف زکوٰۃ ملکہ کے ترک کو مشرک قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ
نہ دینا ان مشرکین کا کام ہے جو آخرت کے منکر ہیں (حالانکہ حضرت ابن عباس
رضی اللہ عنہما اس آیت میں زکوٰۃ کی تفسیر زکوٰۃ مالی نہیں بلکہ زکوٰۃ نفسانی کے
ساتھ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں الذین لا یقولون لا الہ الا اللہ وہی زکوٰۃ
الانفس والمعنٰی لا یطہرون کافضہم عن الشرا بالتوحید ماہ تفسیر طبری)
دوسری تفسیروں پر جو نو جملہ وھم بالآخرة هم کفرون جملہ حالیہ واقع ہوا
ہے اور حال ہمیشہ قید ذوالحال کے لئے ہوتا ہے اس لئے یہ حکم شرک کا فقط
ان تارکین زکوٰۃ مالی کے لئے ہوگا جو کہ کفر بالآخرة بھی رکھتے ہیں ہر تارک
زکوٰۃ کے لئے یہ حکم نہیں ہے۔ یہ تفسیر مودودی صاحب کی خوارج اور معتزلہ ہی
کی ہے اور خلاف نظم قرآنی ہے۔ بیضاوی کہتا ہے "وھم بالآخرة هم
کافرون۔ حال معشرۃ بان امتناعہم عن الزکوٰۃ لاستغراقہم فی
طلب الدنیا وانکارہم للآخرة (سورۃ السجدۃ ۲۶) یعنی یہ جملہ سابق کیلئے

حال ماقع ہوا ہے جو کہ بتلاتا ہے کہ اُن کا زکوٰۃ دینے سے رُکنا دنیا کی محبت اور طلب میں ڈوبے رہنے اور آخرت کے انکار کی وجہ سے ہے۔

(۷) "اس سے معلوم ہوا کہ اسلام میں کسی ایسے شخص کے مسلمان سمجھے جاتے کی گنجائش نہیں ہے جو کہ نماز نہ پڑھتا ہو۔"
(خطبات ص ۸۵)

غور فرمائیے کہ جو شخص نماز نہیں پڑھتا مگر چہرہ تو جید و رسالت اور جملہ عقائدِ اسلامیہ کا ماننے والا ہو۔ مگر عمل میں قاصر ہو تو اُس کو ملتِ اسلامیہ سے خارج فرماتے ہیں۔ کیا یہی مذہبِ خوارِ معترضہ کا نہیں ہے۔

(۸) "اگر وہ خدائی پُر پُر کا بگل سنگر جنبش نہیں کرتے تو صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ اسلام کی عملی زندگی کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اس کے بعد اُن کا خدا کو ماننا اور رسول کو ماننا محض بے معنی

ہے۔ اسی بناء پر قرآن میں ارشاد ہے کہ اِنھَا الْکِبْرِیَّۃُ الْاَعْلٰی الخاشعین یعنی جو لوگ خدا کی اطاعت و بندگی کیلئے تیار نہیں ہیں صرف اُنہی پر نماز گراں گذرتی ہے اور جس پر نماز گراں گذرے وہ خود اس بات کا ثبوت پیش کرتا ہے کہ وہ خدا کی بندگی و اطاعت

(خطبات ص ۸۵، ۸۶)

کے لئے تیار نہیں ہے۔"
اس میں صاف طور پر بتلایا گیا ہے کہ اگر کسی پر کسل اندستگی کی وجہ سے نماز

پڑھنے میں گرانی ہوئی اور اس نے نماز اور جماعت کی پابندی میں کوتاہی کی تو اگرچہ وہ توحید اور رسالت کا قائل اور عقائد اسلامیہ کا پابند ہے اس کا نظر بڑھنا اور عقائد اسلامیہ کا پابند ہونا سب فضول اور بیکار ہے حالانکہ ان اور احمدیث اس کو رد فرماتی ہیں۔ نیز قارئینا لکبیۃ سے جو معنی مودودی صاحب نے نکالے ہیں وہ بھی نہایت عجیب و غریب اور طبعزاد ہیں۔

مودودی صاحب کے محدود شریعہ سے متجاوز ہونیوالے تشددات میں اور خواریج اور معتزلہ کے تشددات میں فرق ہی کیا ہے ..

مجھ مولانا امام الہین صاحب رام نگری کی مغل افشانی کو ملاحظہ فرمائیے جو کہ مودودی صاحب کی تائید میں زمین و آسمان کے قلابے ملائے ہوئے عام مسلمانوں کو گمراہی کے کڑھوں میں ڈھکیل رہے ہیں۔ اپنے رسالہ ”نور الیومینہ کا تحقیقی جائزہ“ صفحہ ۳۱ میں ارشاد فرماتے ہیں

”حقیقت یہ ہے کہ ہر طبقہ کے اکابر امت میں ایسے حضرات ہوتے ہیں جو اعمال صالحہ کو جزو ایمان سمجھتے تھے۔ اسی مسئلے کی ایک بحث یہ ہے کہ ایمان گھٹا بڑھتا ہے یا ایک حالت پر رہتا ہے۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری کتاب الایمان کی ابتدا ہی میں فرمایا ہے ”وہو قولہ“ ”فعل“ ”یزید“ ”وینقص“۔ ایمان قول و عمل دونوں کا نام ہے

اور وہ گھٹتا بڑھتا بھی ہے اور اپنے دعوے کے ثبوت
 میں پچاس سے اوپر دلیلیں پیش کی ہیں اور اکثر اعمال جن
 پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کا اطلاق کیا ہے ان
 کو تراجم البواب میں علیحدہ علیحدہ ذکر فرمایا ہے۔ زمانہ صحابہ
 دنا بعین میں عام طور پر اکابر امت ایمان کے گھٹنے بڑھنے
 اور اعمال کے جزو ایمان ہونے کے قائل تھے۔ حضرت امام
 بخاری کا بیان ہے کہ میں نے ایک ہزار سے زائد شیوخ
 و محدثین سے صحبت و تلمذ کا شرف حاصل کیا ہے جو اہل ایمان
 قول و عمل یزید و یفتخ کے قائل تھے، حضرت امام بخاریؒ
 کے علاوہ جن بزرگوں کا یہ عقیدہ تھا ان میں سے بعض شاہیر
 کے نام یہ ہیں، حضرت امام شافعیؒ، حضرت امام احمد بن حنبلؒ،
 حضرت امام مسلمؒ، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ
 علیہم۔ لیکن مولانا مودودی کو خارجی اور معتزلی بنانے کے
 شوق میں مستغنی تو مستغنی ہمارے مفتیانِ کرام نے بھی اسکی
 پرداہ نہ کی کہ خارجیت اور اعتزال کے جو تیر چلائے جارہے
 ہیں وہ کن کن پاک سینوں کو اپنا ہٹ بنائیں گے
 میں اس عار و تجاہل کے صدمے سے ہر اک دل کو توڑا مراد سمجھ کر

اس تحریر میں مولانا امام الدین صاحب سے یہ تو معلوم ہو گیا کہ انکے نزدیک اعمال جز دایمان ہیں۔ اور جب کہ جز د جاتا رہتا ہے تو کل بھی فوت ہو جاتا ہے۔ اس لئے تارک عمل سے ایمان بالکل نکل جاتا ہے تو موردی صاحب کا تارک نماز، تارک زکوٰۃ، تارک حج وغیرہ کو خارج از اسلام قرار دینا تغلیط نہیں ہو سکتا بلکہ واقعی ہی ہے۔ یہی تو خوارج اور معتزلہ کا مذہب ہے۔ اور اسی کو مولانا رام نگر می صاحب نے مولانا مودودی صاحب کیلئے ثابت کر دیا جس کو ہم نے کہا تھا۔ اب ان کی تاویلات ہمارے منشور ہو گئیں۔

تعجب کی بات ہے کہ مولانا امام الدین صاحب رام نگر می موصوف باوجود ان بلند بانگ دعاوی کے اس سے بھی واقف نہیں ہیں کہ جو حضرات محدثین امام بخاری وغیرہ اور شافعیہ، حنابلہ وغیرہ اسلاف اہل سنت والجماعت اعمالِ صالحہ کو جز دایمان قرار دیتے ہیں وہ کونسا ایمان ہے، آیا نفس ایمان اور اس کی صحت ہے یا کمالِ ایمانی اور اس کا مکمل ہونا اور آیا اعمال کو یہ حضرات جز و مقوم قرار دیتے ہیں یا جز و مکمل، اور اختلاف اہل سنت متکلمین اور محدثین شافعیہ وغیرہ کا اختلاف حقیقی ہے یا لغوی اور ان کا نزاع خوارج اور معتزلہ سے کس ایمان کے متعلق ہے، ہم نے اسی لئے رسالہ ”مسلمان اگرچہ بے عمل ہو“ میں شرح بخاری سے

تفریح لعل کردی مگر افسوس کہ تلبیس عوام کے شوق میں رام نگری صاحب کو نہ
 حقیقت امر کی خبر ہوئی نہ انھوں نے حافظ ابن حجر اور نوادی کی تصریحات کو دیکھا
 اور نہ اس پر غور کیا کہ اس عبارت سے ان کو نائدہ پہونچتا ہے یا نقصان .
 واقعہ یہ ہے کہ محدثین امام بخاری وغیرہ اور شوافع اور منابہ اعمال
 صالحہ کو ایمان کامل کا جزو قرار دیتے ہیں . اس لئے ان کے نزدیک اعمال
 صالحہ میں خلل سے کمال ایمانی میں خلل ہوگا . نفس ایمان میں کوئی خلل نہیں ہوگا .
 لہذا نہ اس کی تکفیر ہو سکے گی اور نہ اس کو ایمان سے خارج کیا جاسکے گا اور
 اسی طرح وہ اعمال کو جزو مکمل (تکمیل کرنے والا) مانتے ہیں . اس لئے ان
 کے موجود ہونے سے کمال ایمانی تو پایا جائیگا مگر خلل واقع ہونے سے
 نفس ایمان میں خلل نہ ہوگا . البتہ کمال ایمانی میں خلل ہوگا . اس کا انکار
 متکلمین اور احناف بھی نہیں کرتے . متکلمین اور احناف نفس ایمان اور
 اس کی صحت کے جزو ہونے کا انکار کرتے ہیں . اور ایمان کو بسیط
 غیر جزو مقوم والا مانتے ہیں . کیونکہ ان کے نزدیک ایمان فقط اعتقاد
 قلبی اور تصدیق ہے . اسی سے اس کا وجود اور اس کی صحت ہوتی ہے
 اسی لئے اسلاف اہل سنت میں اختلاف حقیقی نہیں ہے . البتہ خوارج اور
 معتزلہ اعمال صالحہ کو نفس ایمان کا جزو قرار دیتے ہیں . اسی لئے اہل
 سنت کا خوارج و معتزلہ سے حقیقی اختلاف ہے . اسی بنا پر خوارج اور

مستزله اعمال کے ترک پر ایمان کے زوال کا حکم دیتے ہیں اور اہل سنت
محدثین اور شافعیہ اور احناف و متکلمین نفس ایمان کو باقی رکھتے ہیں
اعمال صالحہ کے فوت سے کمال ایمانی کے نقصان کے قائل ہیں۔ اور اسی
سے امام بخاریؒ فرماتے ہیں :-

المعاصی من امور الجاہلیۃ
ولا یکفر صاحبہا بار تکا بہا
إلا بالشک .
گناہ جاہلیت کے امور میں سے ہیں اور
بجز شرک کے اور کسی گناہ کا مرتکب
کا فر نہیں کہلائے گا۔

اگر امام بخاری اور محدثین اعمال صالحہ کو مثل حوازیہ وغیرہ نفس ایمان
کا جز قرار دیتے جیسا کہ رام نگری صاحب فرماتے ہیں۔ تو پھر لا یکفر
صاحبہا الخ کے کوئی معنی ہی نہیں رہتے۔ فتح البخاری شرح بخاری
جلد اول صفحہ ۴۴ میں حافظ ابن حجر شافعی لکھتے ہیں :-

فالسلف قالوا هو اعتقاد
بالقلب و نطق باللسان و عمل
بالاثر کان و اہر دو ابد لا
ان الاعمال شرط فی کمالہ
ومن ہہنا نشاء لہم القول
بالزیادۃ والنقص والمعتزلۃ
سلف یعنی محدثین شوافع وغیرہ کہتے
ہیں کہ ایمان قلبی اعتقاد اور زبانی اقرار
اور اعضا کے عمل کا نام ہے۔ اور
اعمال کو کمال ایمانی کے لئے شرط
قرار دیتے ہیں اور اسی وجہ سے وہ
زیادتی اور کمی کے قائل ہوئے ہیں۔

قالوا هو العمل والنطق والاعتقاد
والفارق بينهم وبين السلف
انهم جعلوا الاعمال شرطاً
في صحته والسلف جعلوها
شرطاً في كماله .

معتزلہ (ادر خوارج) کہتے ہیں کہ ایمان
نام ہے عمل اور اعتقاد کا اور ان میں
اور سلف (اہل سنت محمدین و
شوافع وغیرہ) میں فرق یہ ہے کہ
معتزلہ (ادر خوارج) وغیرہ نے
اعمال کو شرطِ صحتِ ایمان کے لئے
کیا ہے۔ اور سلف (محمدین اور
شوافع وغیرہ نے) شرطِ کمال قرار
دیا ہے۔

ایمان کے گھٹنے بڑھنے کا مسئلہ بھی ایمان کے کمال کے گھٹنے بڑھنے
کا ہے۔ نفسِ ایمان اور اس کی صحت کا نہیں ہے۔ سلف (محمدین و شوافع
وغیرہ) ایمان کا مل کے گھٹنے اور بڑھنے کے قائل ہیں۔ یعنی ان اعمال
سے ایمان کا کمال گھٹتا اور بڑھتا ہے۔ جیسے کہ پھولوں اور پھولوں اور
پتوں اور شاخوں سے درخت کا کمال بڑھتا ہے اور گھٹتا ہے۔ مگر
موردی صاحب اور ان کے ہم نوا امامِ نگرہ صاحب اعمال سے نفس
ایمان اور اس کی صحت کو مربوط قرار دیتے ہیں اور ان کے غلطی سے
صحتِ ایمانی میں غلط بتاتے ہیں اور مثل خوارج و معتزلہ تارکینِ عمل

دائرہ صحت اسلام سے خارج کر دیتے ہیں اور اس کو سلف کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ یہ مذہب نہ شوافع کا ہے نہ محدثین بخاری، امام احمد، امام مسلم اور اکابر امت وغیرہ کا۔ یہ نیز تو رام نگری صاحب اور مودودی صاحب کے ہی ان اکابر امت کے سینوں میں نافذ کیا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ مولانا رام نگری صاحب اپنے رسالہ میں مودودی صاحب کے غلط کلام کو سمجھانے کے لئے ارشاد فرماتے ہیں :-

نہ آپ مولانا مودودی کی عبارت کا واقعی مقصد مدعا سمجھنے کیلئے چند حدیثیں ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

العہد الذی بیننا و	ہمارے اور کافروں کے درمیان
بینہم الصلوٰۃ فمن	بجنتہ فرق نماز ہی کا ہے،
ترکھا فقد کفر۔	جس نے نماز چھوڑ دی وہ
(رداء احمد والترمذی)	کافر ہو گیا۔

(۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہمارے سامنے خطبہ دیا تو یہ ضرور فرمایا :-

الا لا ایمان لمن لا امانة له خبردار! اس میں کچھ ایمان نہیں
 ولا دین لمن لا عهد له جو امانت دار نہیں اور اس کا کچھ
 (رداء البیہقی فی شعب الایمان) دین نہیں جو عہد کا پابند نہیں۔

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر

لیس منا من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا۔ وہ ہم میں سے نہیں جو چھوٹوں
 پر رحم نہ کرے اور بڑوں کی
 (رداء الترمذی) توقیر نہ کرے۔

کیا فرماتے ہیں مفتی مہدی حسن صاحب ان احادیث کے
 بارے میں اور ان جیسی دوسری حدیثوں کے متعلق کیا پہلی
 حدیث کا مطلب یہ ہے کہ تارک الصلوٰۃ مسلمان نہیں ہے
 کیا دوسری حدیث کا یہ مطلب ہے کہ خائن اور بدعہد مسلمان
 میں ایمان اور اسلام کا کوئی حصہ نہیں اور تیسری حدیث
 کا یہ مطلب ہے کہ جو مسلمان چھوٹوں سے محبت اور بڑوں
 سے عزت کا سلوک نہیں کرتا، وہ مسلمانوں میں سے نہیں ہے
 جو مطلب ان حدیثوں کا ہے وہی مطلب مولانا مودودی
 کی اس عبارت کا ہے جس کی بناء پر مفتی صاحب نے جماعت

اسلامی کو خارجی اور معتزلی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔
 بالفاظ دیگر مفتی صاحب نے ان حدیثوں پر خارجیت اور قرآن
 کا حکم لگایا ہے۔ کیونکہ وہ عبارت بھی انہی حدیثوں کے اسلوب
 اور انداز میں لکھی گئی ہے، جس کا مقصد اس کے عموماً اور کچھ
 نہیں کہ مسلمان خدا کی نافرمانی سے بچیں اور ان میں اطاعت
 خدا اور رسول کی آمادگی پیدا ہو۔ (صفحہ ۱۰۲ تحقیقی جائزہ)
 اب ہم ناظرین سے پُر زور اپیل کرتے ہیں کہ وہ ذرا غور کریں، آیا
 مودودی صاحب کی عبارتیں ان ہی حدیثوں کے اسلوب اور انداز کی
 ہیں اور ان کا وہی مطلب ہے جو ان حدیثوں کا ہے یا خوارج کے
 اسلوب اور انداز کو اختیار کیا گیا ہے اور وہی مطلب ڈھالا گیا ہے
 جو خوارج ڈھالا کرتے ہیں۔ (صفحہ ۱۸۶ میں تارکین حج کے لئے فرمانے
 ہیں :-

”وہ قطعاً مسلمان نہیں ہیں، جھوٹ کہتے ہیں اگر اپنے
 آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔ قرآن سے جاہل ہے جو انہیں
 مسلمان سمجھتا ہے۔ ان کے دل میں اگر مسلمانوں کا درد
 اٹھتا ہو تو اٹھا کرے۔ اللہ کی اطاعت اور اس کے حکم پر
 ایمان کا جذبہ تو بہر حال ان کے دل میں نہیں ہے۔“

صفحہ ۱۲۶ د ۱۲۷ میں دربارہ تارک زکوٰۃ فرماتے ہیں :-
 ردائے شرک کے کسی کام کا نہیں، وہ ہرگز اس لائق نہیں کہ اہل
 ایمان کی جماعت میں داخل کیا جائے۔ وہ تو ایک سہڑا ہوا
 عضو ہے جسے جسم سے علیحدہ کر دینا ہی بہتر ہے ورنہ
 سارے جسم کو سہڑا دے گا۔ عرب کے بعض قبیلوں نے زکوٰۃ
 دینے سے انکار کیا تو جناب عدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے
 اس طرح جنگ کی جیسے کافروں سے کی جاتی ہے۔ زکوٰۃ کے
 بغیر نماز روزہ اور ایمان کی شہادت سب بیکار ہیں۔ کسی
 چیز کا بھی اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔

صفحہ ۱۲۸ دربارہ نماز و زکوٰۃ ارشاد ہوتا ہے :-
 "ان دو ارکان اسلام سے جو لوگ رد گردانی کریں ان
 کا دعویٰ ایمان ہی جھوٹا ہے۔"
 صفحہ ۱۲۹ میں دربارہ بعد الاقرار بالایمان نماز و زکوٰۃ کی پابندی
 پر فرماتے ہیں :-

جو اذان کے پابند نہیں ہیں وہ اس جماعت (دینی بھائیوں)
 کے باہر ہیں خواہ وہ نام کے مسلمان ہی کیوں نہ ہوں۔

صفحہ ۱۳۳ دربارہ تارک نماز و زکوٰۃ ارشاد ہوتا ہے :-

”بہت سے مسلمان سمجھتے ہیں کہ نماز پڑھ کر اور زکوٰۃ نہ دیکر بھی وہ مسلمان رہتے ہیں مگر قرآن اس کی صاف لفظوں میں تردید کرتا ہے۔ قرآن کی رُوس سے کلمہ طیبہ کا انذار ہی بے معنی ہے۔ اگر آدمی اس کے ثبوت میں نماز اور زکوٰۃ کا پابند نہ ہو۔“

صفحہ ۳۳۱ دربارہٴ ادائے زکوٰۃ فرماتے ہیں :-

”اسی بنا پر حضرت ابوبکر رضی عنہ نے زکوٰۃ سے انکار کرنے والوں کو کافر سمجھ کر ان کے خلاف تلوار اٹھائی تھی۔“

صفحہ ۳۳۱ دربارہٴ عدمِ ادائے زکوٰۃ فرماتے ہیں :-

”صحابہ کرام کو ابتداء میں شبہ تھا کہ آیا وہ مسلمان جو خدا اور رسول کا اقرار کرتا ہے اور نماز بھی پڑھتا ہے ان لوگوں کے زمرہ میں شامل کیا جاسکتا ہے یا نہیں جن پر تلوار اٹھانے کا حکم ہے۔ مگر جب حضرت ابوبکر جن کو اللہ نے مقامِ نبوت کے قریب درجہ عطا فرمایا تھا اپنی بات پراڑ گئے اور انھوں نے اصرار کے ساتھ فرمایا کہ خدا کی قسم اگر یہ لوگ اس زکوٰۃ میں سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں دیا کرتے تھے، ادنیٰ باندھنے کی ایک رسی بھی روکیں گے،

تو میں ان پر تلوار اٹھاؤں گا۔ بالآخر تمام صحابہ کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے حق کے لئے کھول دیا اور سب نے یہ بات تسلیم کر لی کہ زکوٰۃ سے انکار کرنے والے پر جہاد کرنا چاہیے۔

صفحہ ۱۳ دربارہ نیک اداۓ زکوٰۃ فرماتے ہیں :-
 ”قرآن مجید تو صاف کہتا ہے کہ زکوٰۃ نہ دینا ان مشرکین کا کام ہے جو آخرت کے منکر ہیں۔ وویل للمشرکین الذین لا یؤتون الزکوٰۃ وہم بالآخرۃ ہم کافرون۔ تبہا ہی ہے ان مشرکوں کیلئے جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور آخرت کے منکر ہیں۔“

صفحہ ۸۵ پر ارشاد ہوتا ہے :-

”اسلام میں کسی ایسے شخص کے مسلمان سمجھے جانے کی گنجائش نہیں ہے جو نماز نہ پڑھنا ہو۔“

صفحہ ۸۵، ۸۶ پر دربارہ عدم حضور جماعت نماز بعد اذان فرماتے ہیں :-

”اگر وہ خدائی پریڈ کا لنگل سن کر جنبش نہیں کرنے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسلام کی عملی زندگی کے لئے تیار نہیں

اس کے بعد ان کا خدا کو ماننا اور رسول کا ماننا معصوبہ
معنی ہے ۱۴

رام نگر صاحب اس جگہ ان حدیثوں کو مودودی صاحب کی
معصومیت کے لئے نظیر اور دلیل بنا کر انتہائی ظلم کرتے ہوئے نہایت
تاریک پردہ ڈال رہے ہیں۔ ان احادیث میں جو لفظ استعمال کئے گئے
ان کے معانی مراد یہ یا تو حقیقت ہیں یا مجاز متعارف یا کنایات مشہورہ اور
استعارات معروفہ۔

چنانچہ کتب حدیث اور ان کی شرح کے دیکھنے والے جانتے
ہیں کہ ”من ترک الصلوٰۃ متعمداً فقد کفر“ میں کہا گیا ہے
”من ترک الصلوٰۃ مستحلاً لتركها“ (جس نے ترک کو حلال جان
کر نماز ترک کی) یا کہا گیا ہے ”یؤدی الی الکفر ویؤدی الی
یعنی یہ گناہ کفر تک پہنچا دے گا“ یا ”یخشی علی تارکها ان یموت
کا فر“ (یعنی خوف ہے کہ ایسا شخص کا فر ہو کر مرے گا) یا فعلہ
مشابہ الکفر (یعنی اس کا کام کافروں کے کام کے مشابہ ہے)
یا تارک الصلوٰۃ کالمتردد لا یخرج من الدین“ (یعنی وہ مرتد
کے مشابہ ہوگا مگر دین سے نہ نکلے گا)۔ (یہ توجیہ حماد بن زید، مکمل،
امام مالک، امام شافعی رحمہم اللہ نے کی ہے) یا ”من ترکها جحوداً“

یعنی جس نے اس کو انکار کی وجہ سے ترک کیا / ۱ اور علی الزجر والوعید
 یعنی یہ علم زجر اور وعید پر محمول ہے / ۲ یا اظهر الکفر / یعنی
 اس نے کفر کو ظاہر کیا / ۳ یا يستحق بترك الصلوة عقوبة
 الکافر وہی القتل / یعنی وہ شخص نماز کے ترک کرنے کی وجہ سے
 کافر کی عقوبت کا مستحق ہو گیا یعنی قتل کا / ۴ یا الفرق بین المؤمن
 والکافر ترک اداء الشکر فعلى هذا الکافر بمعنی الکفر ان -
 (یعنی مومن اور کافر میں فرق شکر کے ادا کرنے کے چھوڑ دینے سے
 ہے۔ اس توجیہ پر لفظ کافر کفران سے ہے یعنی احسان فراموشی اور
 ناشکری ہے / ۵ یا کفرای قارب الکفر / یعنی کفر کے قریب ہو گیا وغیرہ ذلک
 حدیث ثانی لا ایمان لمن لا امانة له / میں احتمال یہ بھی ہے
 کہ لافعی جس کا حقیقی معنی میں یعنی ذات کے لئے ہو جیسا کہ رام نگری
 صاحب اس کے ترجمہ میں فرماتے ہیں «مطلب یہ ہے کہ غائن اور
 بدعہد مسلمان میں ایمان اور اسلام کا کوئی حصہ نہیں» اور ممکن ہے
 کہ مجازی معنی میں نفی کمال کے لئے ہو۔ یعنی بدعہد اور غائن مسلمان میں
 ایمان کامل نہیں مگر دوسرا معنی مجاز متعارف ہے۔ بہت کثرت سے
 یہ صیغہ مستعمل اسی معنی میں ہوتا ہے، قرآن شریف میں ہے انہم لا ایمان
 لہم عربے شک ان کی قسم، قسم نہیں ہے / ۱ حالانکہ اس سے پہلے فرمایا

گیا ہے۔ وان نكثوا ايمانهم من بعد عہدہم الآیہ (اور اگر عہد کے بعد
 اپنی قسم کو توڑ دیں) حدیث شریف میں ہے " لا صلوة الا بقلعة
 الكتاب " (بغیر سورۃ فاتحہ کے نماز نہیں ہے) دوسری حدیث میں ہے
 " لا صلوة بجار المسجد الا فی المسجد " مسجد کے پڑوسی کی نماز
 بجز مسجد کے اور کہیں نہیں ہے (۱) تیسری حدیث میں ہے " لا صلوة
 بحضرة طعام ولا هو يدافعه الا خبثان (م وعن عائشہ) حضرت
 عائشہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ کھانے کے سامنے آجانے کے وقت نماز نہیں
 ہے اور نہ اس حالت میں کہ پیشاب پاخانہ اس کو مجبور کر رہے ہوں (۱) احادیث
 اس طرح کی بہت زیادہ ہیں۔ مثلاً لا صلوة لمن لا تشہد لہ (طبرانی
 فی الاوسط عن علی رضی اللہ عنہ) جس کا تشہد نہیں اس کی نماز نہیں ہے۔
 لا صلوة لمن لا یطیع الصلوة وطاعة الصلوة ان تنہی عن الفحشاء
 والمنکر الدیلمی (عن ابن مسعود) جس نے نماز کی اطاعت نہیں کی اس
 کی نماز، نماز نہیں ہے۔ اور نماز کی اطاعت یہ ہے کہ وہ نماز فحش اور
 منکر باتوں سے رد کرے۔ لا صلوة لمن سمع النداء ثم لم یأتہ
 الا من علة (الحاکم فی المکن عن جابر) جس نے اذان سنی اور اس
 اذان پر مسجد میں نہ آیا اس کی نماز نہیں ہے سوائے عذر کے، لا صلوة
 لمن صلی خلف الصف خرداً (ابن قایم عن عبد الرحمن بن علی بن شیبان

عن ابیہ عن جبرہ (صف کے پیچھے جس شخص نے نماز تنہا پڑھی اس کی نماز
 نہیں ہے۔ اعد صلوٰۃ لا صلوٰۃ لغرد خلف الصف (البیہقی فی السنن
 عن ابن شیان) اپنی نماز کو لوٹا اس لئے کہ صف کے پیچھے تنہا آدمی کی
 نماز نہیں ہے۔ لا سہرا لا لمصل اور مسافر (امام احمد بن حنبل فی
 مسند) بجز نمازی اور مسافر کسی کے لئے عشاء کے بعد قصہ گوی نہیں
 ہے۔ لا سہرا بعد العشاء الا لاحد رجلین بمصل اور مسافر (عبدالرزاق
 ابوالوئیم فی الحلیۃ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ) لا صلوٰۃ لمن لم یسأل الفہ
 الارض ما یسأل الجبین (البیہقی فی السنن عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)
 (سجدے میں صخرہ پشانی زمین پر لگانے سے نماز نہیں ہے جب تک
 کہ ناک کو زمین پر نہ لگائے) لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بام القرآن
 فصاعداً (مسلم ابوداؤد و نسائی عن عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ)
 جس نے نماز میں سورۃ فاتحہ یا زیادہ نہیں پڑھا اس کی نماز نہیں ہے۔
 لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ فی کل رکعتہ الحمد و سورۃ فی فیضۃ اور
 غیرہا (ابن ماجہ عن ابی سعید) جس نے فرض یا اس کے علاوہ نمازوں
 کی ہر رکعت میں الحمد اور سورۃ نہیں پڑھی اس کی نماز نہیں ہے۔
 لا صلوٰۃ لمن لا یقرأ فیہا بام القرآن فہی خدا ج فہی خدا ج
 فہی خدا ج غیر تمامہ (امام احمد فی مسندہ و مسلم فی صحیحہ عن ابی ہریرۃ)

جو شخص الحمد کو نماز میں نہ پڑھا سکی نماز نہیں ہے، وہ ناقص ہے۔
وہ ناقص ہے، وہ ناقص ہے، پوری نہیں ہے۔

لوگوں کے کلام میں ہے "لا فتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار"
اس قسم کا کلام جس میں کمال کی نفی کی گئی ہو، اس صیغہ میں اس کثرت
سے مستعمل ہوتا ہے کہ وہ تقریباً حقیقت بن گیا ہے۔

تیسری حدیث میں لفظ ایس منّا سے یہ بھی ممکن ہے کہ لفظ "نا"
سے تمام مسلمان مراد ہوں اور حرف من ابتداء غایت کے لئے ہو تو یہ
معنی ہوں گے کہ جو شخص ہمارے چھوٹوں پر شفقت اور بڑوں کی توقیر
نہیں کرتا وہ جماعت المسلمین سے نکل جاتا ہے۔ جیسا کہ امام الدین
رام نگر صاحب فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے :-

"جو مسلمان چھوٹوں سے محبت اور بڑوں سے عزّت کا

سلوک نہیں کرتا وہ مسلمانوں میں سے نہیں۔"

مگر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ من انصالیہ ہو جیسے علی منی وانا منہ

اور جیسے الاشعرون منی وانا منہم وغیرہ احادیث میں اور آیت
المنافقون والمنافقات بعضهم من بعضہم میں، تو یہ معنی ہونگے
ایسے لوگ جو کہ ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کرتے اور ہمارے بڑوں کی
توقیر نہیں کرتے وہ ہمارے متصل اور قریب نہیں ہیں۔ یعنی ہمارے

مفہومین اور مقربین سے نہیں ہیں۔

یہاں مجاز یا حذف ہو یعنی "لیسوا من خواصنا، احبا بنا
اس صورت میں "نا" سے عموم مسلمانوں کا مراد نہ ہوگا۔ اول معنی میں
حقیقت ہوگا اور ثانی معنی متعارف، چنانچہ شرح حدیث من غشنا
فلیس منا (جس نے ہم کو دھوکا دیا وہ ہم میں سے نہیں) میں فرماتے
ہیں "لیس من اخلاقنا ولا علی سنتنا" یعنی وہ ہمارے اخلاق اور
ہمارے طریقہ پر نہیں ہے (اور شرح حدیث من انتہب نہبہ فلیس
منا جس نے کسی چیز کو لوٹ لیا وہ ہم میں سے نہیں ہے) میں فرماتے ہیں:
من جماعتنا و علی طریقتنا۔ ہماری جماعت میں سے اور ہمارے طریقے
پر نہیں ہے۔ دلیٰ اہذا القیاس۔

بہر حال ان تینوں احادیث میں وہ معانی اور مطالب جو کہ رام نگری
صاحب فرماتے ہیں، متعین نہیں ہیں۔ ہر ایک میں متعدد معانی محتمل ہیں
بلکہ رام نگری صاحب کے ذکر کردہ معانی کے خلاف قرائن اور شواہد ایسے
موجود ہیں جن کی وجہ سے ان کا تعین ضروری ہے، بخلاف مودودی صاحب
کی عبارات منقولہ بالا کے۔ مودودی صاحب نے اس قدر تاکید کی کلمات
حصری اور تخصیصی الفاظ بھر دیئے ہیں کہ ان کے ہوتے ہوئے مجاز،
کنایہ، استعارات کی رگیں یک قلم کٹ جاتی ہیں اور وہی معانی

متبعین ہو جاتے ہیں جو کہ حدودِ شرعیہ سے متجاوز ہیں اور جو خوارج اور معتزلہ کا مذہب ہے۔ اور جو کہ آیات صریحہ اور احادیث صحیحہ اور مذہب اہل سنت والجماعت کے بالکل خلاف ہیں۔

عبارات مذکورہ میں معمولی سمجھ والا انسان اگر تامل کرے گا تو اس کو ظاہر ہو جائے گا کہ ان میں کوئی گنجائش تادل کی نہیں ہے اور نہ انکو تغلیظ اور زجر پر محمول کیا جاسکتا ہے۔ کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ قتال مرتدین جس کو مودودی صاحب تارکینِ ادلے زکوٰۃ پر محمول فرما کر استدلال میں پُر زور طریقہ پر پیش فرما رہے ہیں، تغلیظ پر محمول کیا جاسکتا ہے اور قتل و قتال کی اجازت کا سبب بن سکتا ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مودودی صاحب ان تارکینِ فرائض کو اگرچہ وہ مجہود و استہلال کے مرتکب نہ ہوں، ایسا کا فر قرار دیتے ہیں کہ جن کے تمام اقرارات عقائد، اعمال صالحہ بالکل خبط ہو جاتے اور سب بیکار اور لغو بن جاتے ہیں۔ ان کا اسلوب دانداز ہرگز وہ نہیں ہے جو کہ تغلیظی اور زجری کلمات کا ہوتا ہے اور نہ ان کا وہ مدلول ہے جو ایسے کلمات کا ہونا چاہیے۔ رام نگری صاحب اور مودودی صاحب اور ان کے متبعین کا فرض ہے کہ اگر ان کا عقیدہ خوارج اور معتزلہ کا نہیں ہے اور وہ واقع میں اہل سنت والجماعت کے عقیدہ پر ہیں تو علانیہ طور

پر بغیر کسی قسم کی جھجک کے اعلان فرمائیں اور ان عبارات کو خطبات سے نکال کر مناسب عبارات درج فرمائیں۔ جیسا کہ اہل حق کا فریضہ ہے اور ہمیشہ بڑے سے بڑے ائمہ حق اس پر عمل پیرا رہے، ان کو اپنی غلطیوں سے رجوع کرنے میں کبھی نفسانیت اور انانیت مانع نہیں ہوتی اور یہ اسلاف کرام کی حق پرستی تھی۔ وَاللّٰهُ الْهَادِي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ۔

مراد ما نصیحت بود گفتیم حوالہ با خدا کر دیم در فتم
 مودودی صاحب کی خارجیت پر پردہ ڈالنے کے لئے رام نگری
 صاحب نے صفحہ ۱۰۱ "فتویٰ دیوبند کا تحقیقی جائزہ" میں ترجمان القرآن
 نومبر و دسمبر ۱۹۴۷ء سے ایک طویل مقالہ مودودی صاحب کا نقل فرمایا۔
 ہے جس سے لوگوں کو دھوکا دیا گیا ہے کہ مودودی صاحب اس الزام سے
 بری اور پاکدامن ہیں۔ مگر ذرا بہ نظر غائر اگر دیکھا جائے تو یہ عبارت
 ان کے خارجی العقیدہ ہونے کی روشن دلیل ہے۔ ادلاً فرمایا جاتا ہے:-
 "اس میں شک نہیں کہ معصیت ایمان کی ضد ہے۔"

یہ قول خوارج کلمہ ہے کہ "معصیت ایمان کی ضد ہے" ان کے
 نزدیک چونکہ مرتکب کبیرہ اور مغل بالا اعمال (تارک عمل) کا فر ہے تو
 جب بھی معصیت پائی جائے گی کفر موجود ہو جائیگا اور ایمان جاتا رہیگا
 مگر اہل سنت والجماعت کے یہاں معصیت کے ارتکاب سے کفر نہیں لازم

آتا تو مرتکب کبیرہ اور محفل بالا ایمان عامی بھی ہو گا اور مومن بھی ہو گا۔ اگر معصیت ضد ایمان ہوتی تو ضد بین جمع کیسے ہوتے؟ البتہ ان کے اہل سنت و الجماعت کے نزدیک معصیت ضد طاعت ضرور ہے جن کے اجتماع کا امکان نہیں اس لئے معصیت اور ایمان تو جمع ہو سکتے ہیں مگر معصیت اور اطاعت جمع نہیں ہو سکتے۔

پھر فرمایا جاتا ہے :-

”لیکن مجرّم معصیت خواہ وہ کتنی ہی بڑی ہو لازماً ایمان

کے مستقل طور پر سلب ہو جانے کی موجب نہیں ہوتی۔“

یہی تو قول خوارج کا ہے کہ معصیت کے ارتکاب سے انسان کافر ہو جاتا ہے مگر مستقل طور پر نہیں ہوتا۔ تو بہ تک کافر رہتا ہے۔ تو بہ کرنے سے اس کا ایمان آ جاتا ہے، جیسا کہ آگے فرماتے ہیں :-

”کافر کی طرح مومن سے بھی بڑے سے بڑا گناہ سرزد

ہو سکتا ہے، البتہ جو چیز مومن کے گناہ اور کافر کے گناہ

میں فرق کرتی ہے، وہ یہ ہے کہ مومن جب گناہ کرتا ہے تو

عین حالت گناہ میں تو ایمان اس سے نکلا ہوا ہوتا ہے

لیکن جب وہ شہواتِ نفس کے اس غلبہ اور نادانی کے

اس پردے سے جو عاری طور پر اس کے قلب پر پڑ گیا تھا

باہر نکل آتا ہے تو اس کو شرمساری لاحق ہوتی ہے، خدا سے نادم ہوتا ہے، آخرت کی سزا کا خوف کرتا ہے اور گوشش کرتا ہے کہ پھر اس سے ایسی حرکت کا ارتکاب نہ ہو، اس قسم کی معصیت خواہ کتنی ہی بڑی ہو، آدمی کو کافر نہیں بناتی، صرف گناہگار بناتی ہے اور توبہ اس کو ایمان کی طرف واپس لے آتی ہے۔

یہی تو بعینہ خوارج کا مذہب ہے کہ ارتکاب معصیت سے ایمان نکل جاتا ہے اور جب تک توبہ نہ کی جائے نکلا ہوا رہتا ہے۔ ظاہر ہو گیا کہ جب تک وہ نکلا ہوا رہے گا یہ مرتکب بے ایمان رہے گا اور جب تک ایمان واپس نہیں آئے گا وہ کافر ہی رہے گا اور ایسی بغیر توبہ جو کہ شرمساری اور ندامت ہی ہے نہیں ہو سکتی۔

اس سے صاف یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اگر وہ مسلمان مرتکب کبیرہ جس کو بعد معصیت ندامت اور شرمساری، توبہ اور انابت کی ذمت نہیں آتی۔ اور مرگیا تو کافر مرنے گا اور مخلد فی النار ہو گا۔ یہی مذہب خوارج کا ہے۔ اہل سنت والجماعت کا مذہب ایسے شخص کیلئے یہ ہے کہ خداوندی مشیت کے ماتحت ہے۔ حسب جرم عذاب مدت استحقاق تک دیا جائے یا شفاعت اہل شفاعت اس کے حق میں

عقدہ کشا ہو جائے یا رحم اور فضل خدا دندی اس کی دستگیری اور مدد فرماتا
بہر حال وہ ایک نہ ایک وقت نجات ضرور پائیگا، مغللہ فی النار سرگزشت ہوگا۔
شرح بخاری جلد ۱، صفحہ ۲۸ میں ہے :-

قوله ولا يشرب الخمر حين يشربها سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
وهو مومن قال ابن بطال هذا کہ "لا يشرب" الخ ابن بطال فرماتا
استد ما ورد في مشرب الخمر میں کہ مشرب نوشی کے متعلق جس قدر
وبہ تعلق الخوارج فکفروا وعیدیں وارد ہوئی ہیں، یہ ان میں شدید
مرتکب الکبيرة عامداً عالماً ترین وعید ہے اور اسی سے خارجی بگ
بالتحریم وحمل اهل السنة استدلال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مرتکب
الايمان هنا على الكامل سے واقف ہو کر عمداً جو گناہ کبیرہ کا

مرتکب ہو گا وہ کافر ہے اور اہل سنت والجماعت نے کہا ہے کہ

اس حدیث میں ایمان سے مراد ایمان کامل ہے نہ کہ اصل ایمان۔

حالانکہ یہ دونوں امر (اول یہ کہ ایمان اس سے بالکل نکل جاتا اور

بے تعلق ہو جاتا ہے اور دوم یہ کہ صرف توبہ اس کو واپس کرتی ہے) غلط ہیں

ترمذی، ابو داؤد، مستدرک میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :-

قال قال رسول الله صلى الله عليه رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

وسلم اذ انزلني العبد خرج منه جب بندہ زنا کرے تو اس سے

الایمان دکان فوق راسہ
 کانظله فاذا خرج من
 ذلك العمل رجع الیه
 الایمان۔
 رصحا الحاکم قتال علی شرطہا وادافہ
 الذہبی والمنذری

اس کا ایمان نکل کر اس کے سر پر
 مثل سائبان کے سایہ فگن ہو جاتا
 ہے اور جب وہ اس عمل سے فارغ
 ہو جاتا ہے تو اس کی طرف ایمان
 واپس آ جاتا ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ ایمان مرتکب کبیرہ سے بوقت معصیت
 بالکل بے تعلق نہیں ہوتا بلکہ وہ مسلمان گناہگار پر مثل سائبان سایہ
 گستر رہتا ہے۔

شارح مشکوٰۃ اس حدیث کی شرح میں کہتے ہیں:-

وفیه ایمان بان المؤمن
 فی حالة اشتغاله بالمعصية
 یصیر کالفاقد للایمان
 لکن لا یزول حکمہ واسمہ
 بل یرید فی ظل رعایتہ
 وکتف برکتہ اذا نصب
 فرقہ کالسحابۃ تظله

اور اس میں اس امر کی طرف اشارہ
 ہے کہ بیشک مومن معصیت میں
 مشغول ہونے کے وقت ایسا ہوتا ہے
 جیسے ایمان کھونے والا لیکن ایمان
 کا حکم اور اس کا نام زائل نہیں ہوتا۔
 بلکہ وہ اس کی نگہبانی کے سایہ اور
 برکت کی پناہ میں شمار ہوتا ہے جبکہ

فاذا فرغ من معصية

عاد الايمان اليه

(نعا، ص ۱۱)

اس کے اور پر اس کو قائم کر دیا جائے

تاکہ اس پر سایہ کر لے پس جب اپنی

نافرمانی سے فارغ ہو جاتا ہے تو اس

کی طرف ایمان واپس آ جاتا ہے۔

اور یہ اس کا نکلنا بھی فقط اس وقت تک رہتا ہے جب تک وہ

گناہ میں مشغول رہے، جب وہ اس گناہ سے نکل جاتا ہے تو ایمان لوٹ

آتا ہے، اس کا لوٹنا توبہ ہی پر موقوف نہیں ہے بلکہ فعل گناہ کے ختم

ہوتے ہی پھر واپس آ جاتا ہے، جیسا کہ حدیث مذکور میں ”اذا فرغ“

(جب فارغ ہو جائے) سے ظاہر ہے۔

نیز مودودی صاحب کا یہ فرمانا کہ :-

”مومن جب گناہ کرتا ہے تو عین حالت گناہ میں تو ایمان

اس سے نکلا ہوا ہوتا ہے۔“

اور پھر فرمانا :-

”اور توبہ اس کو ایمان کی طرف واپس لے آتی ہے۔“

یہ بھی اہل سنت کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ امام بخاری ابن عباس

سے روایت کرتے ہیں۔

”ينزع منه لوزرا لايمان . اس سے ایمان کا نور

نکل جاتا ہے۔ یعنی نفس ایمان نہیں نکلتا جیسا کہ خوارج کہتے ہیں۔
 اور وہی مودودی صاحب لکھ رہے ہیں۔
 دوسرے شراح حدیث فرماتے ہیں۔

اصحابنا اولوالبان المراد ہمارے اصحاب اس کی تفسیر یہ کی
 المومن الکامل فی ایمانہ ہے کہ اس سے مراد وہ مومن ہے
 جو اپنے ایمان میں کامل ہو۔

یعنی اس کا کمال ایمانی نکل جاتا ہے۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اس کا امن عذاب الہی سے نکل جاتا
 ہے (یعنی وہ عذاب الہی سے محفوظ نہیں رہتا)
 بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اس کا مطیع خداوندی ہونا نکل جاتا
 ہے (یعنی خدا کا مطیع اس وقت نہیں رہتا)
 بعض فرماتے ہیں کہ اس کا سور عاقبتہ سے مامون ہونا نکل جاتا
 ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، جلد ۱۵)

جب حدیث میں اتنے معانی کا احتمال ہے تو کسی ایک معنی کو اپنے
 اجتہاد فاسد سے متعین کر کے عام مسلمانوں پر قطعی حکم لگانا علمی دنیا میں
 مضحکہ خیز ہے۔

الغرض جو مضمون موردی صاحب نے اس جگہ ذکر فرمایا ہے اس نے
صاف طور پر واضح کر دیا کہ ان کا مسلک وہی ہے جو کہ خوارج کا ہے
مگر اس دھینگا دھینگائی اور آنکھوں میں دھول ڈالنے کو کیا کہا جائے
کہ ترجمان القرآن ستمبر ۱۹۵۱ء میں فرماتے ہیں عبارت مذکورہ بالا
کے بعد :-

”غور کیجئے جو لوگ اس قدر صاف اور صریح بیان کے
باد جو دمچھ پر الزام لگاتے ہیں کہ میں خوارج کی طرح
گناہ کبیرہ کے مرتکب کو کا فر قرار دیتا ہوں وہ کتنا بڑا
جھوٹ بولتے ہیں اور اسے پھیلا کر کتنا بڑا وبال اپنے
سر لیتے ہیں“ ۱۰۱

ناظرین ذرا انصاف کریں کہ جھوٹ کون بولتا ہے موردی
صاحب یا ان کے وہ حقیقی خیر خواہ جو ان کی غلطیوں پر ان کو متنبہ کرنا
چاہتے ہیں اور انکی اصلاح کے خواہشمند ہیں۔

اس کے بعد ان کی اندھی تقلید کرنے والے مولانا امام الدین صاحب
رام نگر کے ارشاد کو اسی صفحہ ۱۰۱ میں ملاحظہ فرمائیے۔ فرماتے
ہیں :-

”کیا مولانا موردی کی ان تصریحات کے بعد بھی کوئی

حق پسند مولانا موردی ادران کے مؤیدین کے متعلق یہ
 کہنے کی جرأت کر سکتا ہے کہ وہ اہل سنت کے مسلمہ عقیدہ
 سے الگ کوئی عقیدہ رکھتے ہیں۔ لیکن خدا اور ناحق کوئی
 کا بُرا ہو کہ ہمارے علماء کرام اور مفتیانِ عظام اپنی بے
 اصل اور غلط رائے پر جمے ہوئے ہیں جو خود ان کے
 خلاف ایک شہادت ہے اور انھیں تہمت تراشی اور
 انتراپردازی کا مجرم ثابت کر رہی ہے۔

ناظرین غور فرمائیں کہ اس تمام کلام کے مصداق آیا اندھی تقلید
 کرینوالے رام نگری صاحب ادران کے امام اعظم موردی صاحب
 ہیں یا ان کے حقیقی خیر خواہ؟

وَاللّٰهُ الْمَشْتَكٰیؕ

ننگ اسلان

حسین احمد غفرلہ

اکتوبر ۱۹۵۲ء

صفر ۱۳۷۳ھ

